''کیا کرنا چاہتی ہو تم؟'' جسپال نے دھیمے مگر سرد لہجے میں پوچھا

''انہیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ انہوں نے ہم سے کھیلنے کی جرات کیسے کی؟'' وہ غصے کی انتہا پر تھی۔

''میں یہ نہیں کہتا کہ انہیں معاف کر دو، مگر یہ فیصلہ ایسے وقت میں کرو، جب تم غصے میں نہ ہو، کیا وہ اس انتظار میں نہیں ہوں گے کہ ہم کب ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور وہ.....'' جسپال نے اسے سمجھاتے ہوئے کہنا چاہا لیکن وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی

''جسپال۔! یہی وقت ہے۔ آج نہیں تو پھر کبھی نہیں۔'' اس نے ہٹ دھرمی سے کہا تو جسپال نے فیصلہ کن لہجے میں کہا

''ٹھیک ہے جیسا تم چاہو۔''

''میرے خیال میں جسپال ٹھیک کہہ رہا ہے۔'' اروند سنگھ نے سوچنے والے انداز میں کہا

''کیا مطلب، تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' بانیتا نے کہا

''دیکھو۔! یہ تیواری والا معاملہ ختم ہی سمجھو۔ اب یہاں سے کچھ بھی نہیں سامنے آنے والا۔ ونود رانا نے جو کچھ کرنا تھا، وہ کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ تم لوگوں کو کلین چٹ دے دے گا۔ تم لوگ کم از کم حکومت نگاہ میں بے گناہ ہو جاؤ گے اور آزادی سے گھوم پھر سکو گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی تم لوگ آزادی سے گھوم پھر سکو گے؟'' اروند نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

''نہیں اروند، ہمارے اردگرد بہت سارے دشمن ہیں۔'' بانیتا نے کافی حد تک سکون سے جواب دیا

''ہمارا دشمن بہت چالاک ہے، منافق اور خفیہ کاروائیاں کرنے والا ہے۔'' جسپال نے کہا

''تو پھر اسی کی چال اُس پر الٹ دو۔'' یہ کہہ کر اس نے بانیتا کے چہرے پر دیکھا، چند لمحے یونہی رہنے کے بعد وہ بولا، ''ہم یہاں پوری طاقت میں نہیں ہیں۔ یہاں ہمارا کوئی نیٹ ورک نہیں، ہم دوسروں پر انحصار کرتے ہیں، دوسروں کا اپنا فائدہ ہے۔ اگر ہم یونہی دوسروں پر انحصار کرتے رہے تو ہم بھی استعمال ہوتے ہوئے خرچ ہو جائیں گے۔ یہ جگہ ہمارے لئے محفوظ نہیں۔ وہ جو آج ہمارے دوست ہیں، کسی وقت بھی ہمارے دشمن بن سکتے ہیں، خاص طور پر ٹی ایس کے لوگ۔ وہ کسی مقصد کے لئے نہیں صرف ''فائدے'' کے لئے لڑ رہے ہیں۔ انہیں ہماری اس جگہ کے بارے پوری معلومات ہے۔ اس لئے.....'' اروند نے کہنا چاہا تو بانیتا اکتاتے ہوئے بولی

''تم کہنا کیا چاہتے ہو اروند۔''

''ہمیں وقت چاہئے، ذرا سا وقت۔ میں کہیں بھی بیٹھ جاؤں، مجھے اپنا کام کرنا ہے، لیکن میں جتنا محفوظ ہوں گا، تم لوگوں کے اتنے ہی کام آسکوں گا۔'' اس نے بتایا تو جسپال نے کہا

''اروند ٹھیک کہہ رہا ہے۔''

''وہ بات جو میں کہنا نہیں چاہ رہا تھا کہے دیتا ہوں کہ ہم یہاں کوئی کامیابی حاصل نہیں کر پائے ہیں، ہم ان یہودیوں کا کچھ نہیں بگاڑ پائیں

ہیں، جن کے کی پشت پر حکومت کی طاقت ہے۔'' اروند نے دھیمے لہجے میں اپنی رائے کا اظہار کیا

''کیا چاہتے ہو؟'' بانیتا نے پوچھا

''اگر دشمن کو اسی کے ہتھیار سے مارنا ہے تو پہلے ہمیں محفوظ ہونا ہوگا۔ ہمیں ان سے کھیلنا ہے۔'' اروند نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا

''تم جو چاہو، ہم وہی کرنے کو تیار ہیں۔ یہ جگہ بدلنا چاہتے ہو تو وہ بھی کر لیتے ہیں۔'' بانیتا نے کہا تو وہ پورے جوش سے بولا

''تو پھر میں دشمن کو اپنے پسندیدہ میدان میں لے آؤں گا۔ پھر جو چاہو سو کرنا۔''

اس کے یوں کہنے پر بانیتا اور جسپال نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر بانیتا نے پوچھا

''کیا کرنا چاہتے ہو؟''

''اس وقت حکومت میں موجود یہودی لابی، شیوسینا اور یہودیوں کے درمیان یہی بات زیر بحث ہے کہ ممبئی میں یہ جو اِن کے مخالف لوگ پیدا ہو گئے ہیں یہ کون ہیں، ان کا سدباب کیسے کیا جائے اور اصل میں یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ اسی کا جواب انہیں کوئی راستہ متعین کرنے میں مدد دے گا۔ وہ اس انتظار میں ہیں کہ ان کے پھیلائے ہوئے جال میں ہم جا پھنسیں۔ ہمیں تھوڑا سا انتظار کرنا ہوگا۔ پوری پلاننگ کرنا ہوگی۔ اور وہ پلاننگ میرے ذہن میں آ چکی ہے۔'' اروند سنگھ نے کہا

''وہ کیا ہے؟'' جسپال نے پوچھا

''انہیں اس بات پر مجبور کر دیا جائے کہ ان کے بڑے سر جوڑ کر بیٹھیں۔ وہیں ان پر ایک کاری ضرب لگائی جائے۔ تاکہ یہ برس ہا برس اٹھ ہی نہ سکیں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا

''یہ کیسے ممکن ہوگا؟'' بانیتا نے کہا

''اب تم لوگوں کو میدان میں اترنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ بچھی ہوئی بساط پر مہرے اپنی ماضی سے چلو۔ کسی کی بساط پر خود مہرے نہ بنو۔'' اروند نے اعتماد سے کہا

''بساط اور مہرے؟ میں کچھ سمجھا نہیں اروند سنگھ جی؟'' جسپال نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا

''اس دنیا میں بہت سا مفاد، بہت سارے لوگوں سے جڑا ہوا ہے، اگر کوئی کسی کو ٹریپ کرنے کے لئے اپنا جال بچھاتا ہے تو کیوں نہ اسی جال میں کسی دوسرے کو ٹریپ کر لیا جائے۔ جال بھی کسی دوسرے کا اور ٹریپ ہمارا دشمن ہو جائے۔'' اس نے جواب دیا

''تمہارا جواب مجھے پسند آیا اروند سنگھ۔ لیکن یہ خوش گمانی ہے۔ ایک تخلیقی یا غیر عملی شے۔ اور پھر کیا اس کے لئے ہمارا ممبئی میں رہنا ضروری ہے یا نہیں؟'' بانیتا نے پوچھا تو وہ تیزی سے بولا

''یہی لگتا ہے، ابھی یہی لگتا ہے۔ بعض اوقات تو کوئی واقعہ ہمارے سامنے ہو بھی جائے تو ہم اس پر یقین نہیں کر رہے ہوتے۔ میں یہی بات میں سمجھا رہا ہوں۔ دور کہیں سکون سے بیٹھ کر پورا کھیل کھیلیں گے۔'' اس نے سکون سے کہا

''کیسا کھیل؟'' جسپال نے پوچھا

''میں پوچھتا ہوں، اگر اس وقت اگر وہ چاروں مر جائیں گے تو کیا بھارت میں یہودی لابی اپنا کام بند کر دے گی، ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ میں امریکہ میں رہا ہوں اور یہودی ذہنیت سے اگر پوری طرح نہیں تو کم از کم بہت حد تک تو ضرور واقف ہوں۔ سو میں نے محسوس کر لیا کہ وہ اب کیا کر سکتے ہیں۔ اس کا تھوڑا بہت خاکہ بنا ہے، جس وقت ذرا سی بھی تصویر واضح ہو گئی، میں تفصیل سے تم دونوں کو بتا دوں گا۔ اگر مجھ پر اعتماد کرتے ہو تو۔'' اروند نے پورے اعتماد سے کہا تو بانیتا نے حتمی لہجے میں کہا

''ہو گیا۔ تم آج ہی بلکہ ابھی، رونیت اور گرلین کو لے کر امرتسر نکل جاؤ۔ شام تک تم لوگ جالندھر پہنچ جاؤ گے میرے فارم ہاؤس پر۔ جب تک تم وہاں پہنچو گے، تمہارے مطلب کی ہر شے وہاں پہنچ جائے گی۔ میں تمہارا رابطہ دے دوں گی۔''

''او کے۔'' اروند نے کہا اور نگ میں پڑی کافی اپنے حلق میں انڈیل کر اٹھ گیا۔

وہ دونوں کچھ دیر تک یونہی خاموش بیٹھے رہے۔ پھر اٹھ کر اندر چلے گئے۔ انہیں شام تک انتظار کرنا تھا، یا پھر اگلے دن تک، جب تک ونود رانا دہلی سے واپس نہیں آ جاتا، یا پھر فون پر کوئی اطلاع نہیں دے دیتا۔

☆.....☆.....☆

مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرا نور نگر آنا کوئی اتفاق نہیں تھا بلکہ کچھ ایسے کام تھے، جن کی وجہ سے میں یہاں کھنچا چلا آیا تھا۔ تانی اندر سے کب کی بدل چکی تھی۔ اصل شے کردار ہوا کرتا ہے۔ برے سے برے ماحول میں اگر ایک بھی اچھے کردار کا مالک ہو تو اس کی شخصیت میں مقناطیسیت آ ہی جاتی ہے۔ لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ اچھی سوچ ہی کردار بناتی ہے۔ جو جس طرح کی سوچ رکھتا ہے اس طرح کے کردار کا اظہار ہونا فطری بات ہے۔ غلط سوچ والا بندہ چاہے جتنا مرضی تقوی اور پرہیز گاری والا لبادہ اپنا لے، اس کے کردار سے بدبو آ ہی جاتی ہے۔ تانی اندر سے ایک صاف سلیٹ کی مانند تھی، اس نے باطل کو قبول نہیں کیا اور جیسے ہی حق اس کے سامنے آیا وہ اس کے اندر اتر گیا۔

دن کا پہلا پہر گذر گیا تھا اور میں ڈرائنگ روم میں اکیلا بیٹھا کچھ اور ہی سوچے چلا جا رہا تھا۔ جنید میرے ساتھ یہاں آیا تھا۔ میں نے بھیدے کے ساتھ اسے پورا علاقہ دیکھنے اور ایک خاص قسم کا سروے کرنے کے لئے ذمہ داری دی تھی۔ وہ اسی کام میں مصروف تھا۔ وہ میرے رابطے میں رہتا تھا۔ اس وقت میرے اندر ایک خواہش سر اٹھا رہی تھی اور میں انہی سوچوں میں کھویا ہوا تھا کہ تانی آ گئی۔ اس نے سفید شلوار قمیص کے ساتھ سیاہ حجاب پہنا ہوا تھا۔ اور سیاہ رنگ کا ہی عبایا پہنا ہوا تھا۔ چہرہ کسی بھی طرح کے میک اپ سے بے نیاز تھا، اگرچہ وہ پہلے بھی بہت کم میک اپ کیا کرتی تھی، لیکن آج اس کا چہرہ بہت زیادہ ہی شگفتہ لگ رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور پورے دل سے کہا

''تانی زندگی کا نیا سفر مبارک ہو۔''

''تمہیں بھی مبارک، یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا۔'' یہ کہہ کر وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں بھی بیٹھ گیا تو میں نے کہا

''تانی انسان ایک آئینہ ہے، وہ اس میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ جیسے ہی آئینے پر پڑی دھول صاف ہوتی ہے وہ اپنا آپ صاف دیکھنے لگتا

ہے۔تم نے اپنے آپ کو دیکھا ہے۔اس میں کسی کا کوئی کریڈٹ نہیں ہے۔"

"ہاں، یہ فیصلہ میرا اپنا ہے۔"اس نے پورے اعتماد سے کہا

"ایک اکیلی اینٹ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، جو کوئی چاہے جیسے اس کے ساتھ سلوک کرے، اسے جہاں کہیں چاہے رکھ دے۔لیکن وہی اینٹ جب دیوار میں لگتی ہے تو اسے ہلایا نہیں جا سکتا۔وہ اینٹ پہلے اکائی میں تھی، دیوار میں لگنے کے بعد وہ یکتائی میں آ گئی۔وہ وحدت میں ضم ہو گئی۔"میں نے کہا

"مطلب، میں سمجھی نہیں۔"اس نے سمجھنے والے انداز میں میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا

"اینٹ کی اپنی حیثیت محدود تھی۔جیسے ہی وہ دیوار میں لگی تو وہ وحدت کے دائرے میں آ گئی۔محدود جو تھی وہ لامحدود میں جا کے وحدت حاصل کر چکی۔اسے نگاہ تو دیکھ رہی ہے لیکن عقل تسلیم نہیں کر رہی۔۔یہ فقط ایک مثال ہے، میں اصل میں تجھے بتانا یہ چاہ رہا ہوں کہ انسان بھی انتشار سے وحدت میں جا سکتا ہے۔یہ اسی طرح ہے کہ ہر آدمی دیکھتا ہے لیکن اسے سمجھ نہیں، کیونکہ اس کا دل زندہ نہیں۔جس کا دل زندہ ہے اسے یہ معلوم ہے کہ کائنات محدود نہیں۔کیونکہ وہ "نظر" سے دیکھ رہا ہے۔"

"میں یہ سمجھنا چاہتی ہو کہ دل زندہ کیسے ہوتا ہے؟"اس نے پوری توجہ سے پوچھا

"میں نے پہلے بھی تمہیں بتایا تھا کہ دل مردہ نہیں ہوتا، دل زندہ ہی ہوتا ہے۔جسے "مردہ دل" کہا گیا ہے، اصل میں اسے انہی چیزوں نے فانی بنایا ہوا ہے جو اس کے اندر پڑی ہوئی ہیں۔یہ وہ حجابات ہیں جو اسے اپنی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے، اس کی نگاہ کے آگے اندھیرا پیدا کر دیتے ہیں۔عشق کی آگ جب آتی ہے تو ان سارے مادی حجابات کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے خاشاک غیر اللہ اُڑ جاتے ہیں تو عشق حقیقی کا ظہور ہوتا ہے۔حجابات اُڑ جاتے ہیں۔ہر شے واضح ہو جاتی ہے اور بندہ عین حقیقت ہو جاتا ہے، یا دوسرے لفظوں میں وہ اللہ کی وحدانیت کو پوری طرح پا لیتا ہے۔یہی محدودیت سے وحدت تک کا سفر ہے۔"میں نے پورے جذب سے کہا

"اور ہمیشہ کی زندگی؟"اس نے تیزی سے پوچھا

"جب دل میں عشق اترتا ہے تو ساری آلائشیں اُڑ جاتی ہیں۔تو دل آئینہ بن جاتا ہے اسے پھر صاف دکھائی دینے لگتا ہے۔کیونکہ وہ اس ذات سے جڑ جاتا ہے، جس کے قبضے میں ہر شے ہے۔جو ہرِ عشق ہی وحدت ہے۔جو آقا ﷺ کا دیا ہوا راستہ ہے۔زندہ دل سے وابستہ ہونے ہی سے زندہ دلی کا ظہور ہوتا ہے، یہ جو دل ہے نا یہ زندہ کو دے، تو ہمیشہ کی زندگی پا لیتا ہے۔یہ آقا ﷺ کی سنت پر عمل کرنے والے لوگ ہیں کہ آقا ﷺ کا طرز زندگی ہی اصل حیات ہے۔یہی اصل زندگی ہے۔"میں نے کہا تو اس یہ سن کر آنکھیں بند کر لیں۔ہم میں ایک خاموشی آن ٹھہری۔تب میں نے کہا،"میری ایک خواہش ہے۔"

"وہ کیا؟"اس نے آنکھیں سکوڑتے ہوئے پوچھا

"یہی کہ تم انتشار سے وحدت میں چلی جاؤ۔"میں نے کہا

''کیسے؟''اس نے پوچھا

''میں پورے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔میں بھی تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔''میں نے کہا تو بولی

''مجھے تم سے عشق ہے۔''

''میں نے مان لیا۔عشق انسان کو ربّ تعالی کی طرف سے ودیعت ہے۔لیکن اسے اختیار کرنے کا اور اسے چھوڑنے کا اختیار بھی ربّ تعالی نے انسان ہی کو دیا ہے۔میرا تم سے ایک سوال ہے؟''میں نے اس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے پوچھا

''وہ کیا؟''اس نے کہا

''کیا تمہارا عشق میرے ہونے تک ہے،اگر میں کل نہ رہوں تو تمہارا عشق ختم ہو جائے گا؟''میں نے سوال کیا تو وہ ایک دم سے چونک گئی ،پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولی

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''میرے لئے تمہارا عشق فقط ظاہر تک ہے کیوں نہیں تم عشق کا بے پائیاں وصف حاصل کرتی ہو۔''میں نے کہا تو اس کی آنکھیں ایک دم سے چمک اٹھیں۔پھر سکون سے بولی

''کیسے؟''

''درحقیقت خدا کے سوا کسی کا وجود نہیں ہے،ظاہری عشق اور محبت اپنے دل سے نکال دو اور اللہ کے عشق کو اپنے اندر جگہ دو۔مسلکِ عشق اختیار کرو۔تمہارے مقصد بھی آسمانوں کی طرح بلند ہو جائیں گے۔نفسی خاشاک کو جلانا ہوگا۔اپنی تعمیر کرنا ہی تسخیر ہے۔''میں نے کہا تو وہ مسکراہٹ سے بولی

''یہی کرنا کیا ہوگا۔''

''محدود تو محدود ہی ہوتا ہے۔لیکن لامحدود بھی ایک حد ہے،وہ ذات جس کا عشق اختیار کرنا چاہو گی،وہ ان سے بھی ماورا ہے۔''میں نے کہا تو وہ میری طرف یوں دیکھنے لگی جیسے اس کے اندر سکون اتر گیا ہو۔شاید ہماری مزید بات چلتی لیکن انہی لمحات میں اشفاق اندر آیا تو میری نگاہ اس پر پڑی۔وہ خاموشی سے آ کر بیٹھ گیا۔میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا''بولو،کیا خبر ہے؟''

''وہ جوگی بھی وہیں ہے اور ملنگ بھی۔''اس نے دھیمے سے لہجے میں کہا

''آؤ چلیں۔''میں نے تانی کو بھی چلنے کا اشارا کیا اور اٹھ گیا۔

ہم تینوں نے پورچ سے کار لی اور مسافر شاہ کے تھڑے پر جا پہنچے۔ملنگ سکون میں نہیں تھا۔وہ بے سکون اور بے چین جوگی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔اس کے سامنے بھنگ کا کونڈا تھا لیکن پی نہیں رہا تھا۔تانی اور اشفاق اس چارپائی پر بیٹھ گئے ،جو وہاں ان لوگوں نے رکھ دی تھی۔میں ان دونوں کے پاس زمین پر جا بیٹھا۔انہوں نے میری طرف دیکھا مگر بولے کچھ نہیں۔

''پی کیوں نہیں رہے ہو؟'' میں نے پوچھا تو ملنگ نے سر اٹھائے بغیر ہولے سے کہا

''میں اپنے آپ پر حیرت زدہ ہوں، مجھے خود پر بہت مان تھا۔لیکن میں تو مٹی کا ڈھیر ثابت ہوا۔شاید یہ اس لئے ہوا ہے کہ کوئی میرے مقابلے پر نہیں آیا تھا یا.....'' یہ کہتے کہتے وہ رک گیا اور بے بسی سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں اس کی بات سن کر مسکرا دیا۔ پھر اس بوڑھے جوگی کی طرف دیکھ کر پوچھا

''اور تم؟ تمہیں کوئی حیرت ہے؟''

''ہاں میں بھی حیرت زدہ ہوں لیکن میری حیرت کی نوعیت کچھ دوسری ہے۔'' اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ میں ہنس دیا۔

''کیا ہے وہ حیرت؟'' میں نے پوچھا

''یہی کہ میں نے جھوٹ بولا اور یونہی بات گھڑی، لیکن آپ نے اسے سچ کر دکھایا۔'' اس نے لہجے میں حیرت ٹپک رہی تھی۔

''کیا اور کیسا جھوٹ، میں سننا چاہوں گا۔'' میں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا

''میں جوگی ضرور ہوں اور میرا تعلق بھارت کے علاقے صورت گڑھ کے پاس مناسکر گاؤں سے ہے۔ میں وہیں ایک پرانے گاؤں کا باسی ہوں، یہ بھی سچ ہے کہ مجھ پر زہر اثر نہیں کرتا اور میرا یہ پیشہ ہمارے آباء واجداد سے ہے۔ میری اسی صلاحیت کو استعمال کیا گیا۔ مجھے بھارت کی خفیہ تنظیم رانے تربیت دی ہے کہ دشمن کے علاقے سے اطلاعات کیسے اکٹھی کی جاتی ہیں۔ میں پچھلے تیرہ برس سے یہی کام کرتا آ رہا ہوں۔ میں اپنے خاندان کے ساتھ ایسے ہی پھر رہا ہوں۔ یہاں بھی مجھے ایک خاص مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور وہ یہی مقصد تھا کہ جب بھی جمال یہاں آئے، فوراً اطلاع کر کے اگلی ہدایات کا انتظار کیا جائے۔ میرا کام صرف اتنا ہی ہوتا ہے۔''

''مجھ سے کیا جھوٹ بولا۔'' میں نے پوچھا

''یہی کہ یہاں پر ایک خاص قسم کا سانپ ہے، حالانکہ یہ سانپ اس علاقے کا ہے ہی نہیں، یہ افریقی علاقوں میں پایا جاتا ہے اور میں نے آج تک اسے نہیں دیکھا تھا۔ آپ کا چمتکار ہے یہ، وہ سانپ جو یہاں ہے ہی نہیں، اسے یہاں نہ صرف حاضر کر لیا بلکہ دکھا دیا کہ وہ آپ کا مطیع بھی ہے۔ میں نے پوری زندگی ایسا چمتکار نہیں دیکھا۔'' اس نے ممنونیت بھرے لہجے میں کہا

''یہ ملنگ بھی تو اسی مقصد کے لئے یہاں بیٹھا ہے۔ یہ بھی تو بھارتی خفیہ کا بندہ ہے۔ اس کی صلاحیت.....'' میں نے کہنا چاہا تو وہ ملنگ بولا

''مجھے نشے پر پوری دسترس تھی۔ لوگ مجھے نشے میں دھت سمجھ کر اپنے سارے راز اُگل دیتے ہیں۔ اب مجھے پتہ چلا جسے میں اپنی طاقت سمجھتا تھا، وہ تو میری سب سے بڑی کمزوری ہے۔'' اس کے لہجے میں شکستگی تھی۔

''تو اب کیا کرنا چاہتے ہو؟ اپنا فرض نبھایا؟ دے دی اطلاع؟'' میں نے پوچھا

''نہیں، اور نہ ہی دے سکتے ہیں۔'' جوگی نے ہاتھ باندھ کر کہا

''کیوں؟'' میں نے اس کے چہرے پر دیکھ کر پوچھا

''میں سمجھتا ہوں کہ اب میری نسل سے یہ صلاحیت ختم ہو جائے گی۔ اور سرے سے یہ صلاحیت ہی نہیں ہے۔ اور نہ ہی انسانیت۔ ہم بھی سانپ صفت ہو گئے ہیں۔ ہمیں انسان بننا ہے۔ شیطان نہیں۔ نیلی آنکھوں والا سانپ شیطان ہی تو ہے۔'' جوگی نے دست بدستہ ہو کر کہا

''یہ ملنگ.....؟'' میں نے پوچھا

''میں بھی اپنے ہوش میں آنا چاہتا ہوں۔'' اس نے صاف لفظوں میں کہا

'' یہاں رہو اور اپنی حالت کا مشاہدہ کرو۔ اپنے آپ کو تسخیر کرو۔ تم پر تمہارا باطن کھل جائے گا۔'' میں نے کہا

''کیسے؟'' جوگی نے اسی طرح ہاتھ باندھے پوچھا

''انسان چاہے جس مذہب، نظریے یا عقیدہ کا ہو، وہ انسان ہے اور رب تعالی نے انسان کو بے تحاشا صلاحیتوں سے نوازا ہے، اسے احسن تقویم پر پیدا کیا ہے۔ یہ خود ہے جو اسفل سافلین میں جا گرتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انسان نے اپنی ان ذاتی صلاحیتوں سے جو اسے رب تعالی نے دیں ہیں۔ ان سے دنیا کو حیرت زدہ کر کے رکھ دیا، بظاہر انہونیاں ہوئی ہیں۔ لیکن جب بھی انسان اپنے باطن سے جڑا، تب اس نے انسانیت کے لئے بہت کچھ کیا۔ اگر انسان اپنا آپ شیطانیت کو دے سکتا ہے تو اس سے چھٹکارا بھی خود اسی نے پانا ہے۔ خود ہی کرنا ہے اس نے۔ اپنے باطن تک اس نے خود ہی رسائی لینی ہے۔ اپنا آپ تسخیر کرو، یہی تمہاری تعمیر ہے۔'' میں نے کہا اور اٹھ گیا۔ وہ دونوں میری طرف دیکھتے رہے ۔میں کار میں آ بیٹھا۔ تانی میرے ساتھ اگلی نشست بیٹھ گئی۔ تبھی اشفاق نے پوچھا

''ان کا کرنا کیا ہے؟ جانے دیں انہیں۔ خواہ مخواہ توجہ ان کی طرف رہے گی۔''

''دیکھو، انہیں دیکھو، یہ کیا کرتے ہیں۔ اگر یہ خود کو بدل لیں تو دشمن کا یہی تیر، دشمن ہی کے سینے میں جا لگے گا۔ یہ جان لو کہ یہ تیر زہر میں بجھے ہوئے ہیں۔ احتیاط کرنا۔'' میں نے کہا

''انہیں میں دیکھ لوں گی۔'' تانی نے عام سے لہجے میں کہا تو میں نے اس کی طرف دیکھا سیاہ حجاب میں اس کا گلابی چہرہ تمتما رہا تھا۔ تبھی میں نے اشفاق سے کہا

''اور ہاں۔! آج سے یہ سارا نور نگر تم دونوں کے حوالے، اس کی سیکورٹی سے لے کر، یہاں کے سب انتظامات تک تمہاری ذمہ داری ہے۔'' میرے کہنے پر وہ سر ہلا کر رہ گیا۔ واپس حویلی آنے تک پھر ہم میں کوئی بات نہیں ہوئی۔

☆.....☆.....☆

اس نیم تاریک کمرے میں جگجیت بھربھرے اور دائیں جانب ونود رانا بیٹھے ہوئے تھے ان سے ذرا فاصلے پر دیوار کے ساتھ تین کانسٹیبل کھڑے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھلا تو جسپال کے ساتھ بانیتا اندر آ گئے۔ وہ دونوں آ کر ان کے سامنے دھری کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے جگجیت بھربھرے کو پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ اس سارے معاملے میں پس پشت رہا تھا۔ وہ اچھی شخصیت کا مالک تھا اور اس کے چہرے پر عام پولیس والوں کی طرح سختی نہیں تھی۔ وہ اگر سول کپڑوں میں ہوتا تو پروفیسر ہی لگتا۔ اُن دونوں کے بیٹھتے ہی وہ مسکرایا اور پھر نرم اور پرسکون لہجے بولا

''میں تم دونوں کا بہت مشکور ہوں۔ آپ نے ہماری بہت مدد کی۔ ہم اس کا کوئی عوض تو نہیں دے سکتے، ہاں مگر ایک چھوٹا سا تحفہ ضرور دیں گے۔ اور وہ ہے، تم دونوں کی بے گناہی، کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ تم جرائم پیشہ نہیں ہو بلکہ محبت وطن اور حریت پسند ہو۔''

''تھینک یو آفیسر۔'' بانیتا نے کسی جذبے کے بغیر کہا

''اگر میں آپ دونوں کو پولیس جوائن کرنے کا مشورہ دوں تو کیا آپ.....'' اس نے مسکراتے ہوئے، دھیمے لہجے میں پوچھا تو وہ تیزی سے بولی

''ہم ہرگز جوائن نہیں کریں گے۔''

''پوچھ سکتا ہوں کیوں؟'' جگجیت بھربھرے نے پوچھا

''محکمے میں رہ کر سو پابندیاں ہیں، جیسے کہ آپ ہماری مدد لینے پر مجبور تھے۔ ہمارا مقصد انسانیت ہے، اس کے لئے ہم کام کرتے رہیں گے۔'' بانیتا ہی نے جواب دیا تو اس نے سر ہلاتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں کہا

''یہ ممبئی بھی ایک گورکھ دھندہ ہے۔ دہلی کی ساری سیاست اب یہاں سمٹی ہوئی ہے۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ یہ یہودی ایک وائرس کی طرح ہیں، جہاں جائیں گے اس قوم کو کھوکھلا کر دیں گے۔ اور ہمارے سیاست دان ان کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔ صرف ہمارے ہی نہیں پڑوسی ملک کے سیاست دان بھی۔ ان میں کچھ سرمایہ دار ہیں، کوئی اپنی صنعت کا تحفظ چاہتا ہے اور کوئی اپنی بین الاقوامی ساکھ بچانا چاہتا ہے۔ اس سے ہوگا کیا؟ یہاں کے اور سرحد پار کے عوام کا لہو بہے گا۔ کتنے بچے مارے جائیں گے، کتنی عورتیں کتنے جوان، تباہی کے سوا کچھ نہیں، اور ان کی تجوریاں بھریں گی اسلحہ بیچ کر۔''

''تو پھر انہیں یہاں سے بھگا کیوں نہیں دیتے؟'' جسپال نے کہا

''میں انہیں ایک منٹ برداشت نہیں کرتا۔ لیکن میرے اکیلے سے کچھ نہیں ہوگا۔ میں نے ان کی، فقط یہود نواز سیاست دانوں کی فائل کھولی تھی، اور اتنا ہنگامہ ہوگیا۔'' جگجیت بھربھرے نے دکھی لہجے میں کہا

''تو بس، آپ نے جنگ ہار دی۔'' جسپال نے پوچھا

''نہیں، جنگ تو اب شروع ہوئی ہے۔ اس تیواری سے بہت کچھ ملا ہے، میری اور اس کی ڈیل ہوگئی ہے۔ اس نے خود کو بچانے کے عوض ایک ہفتے کے اندر اندر دوسروں کے بارے میں بتانے کا کہا ہے، وہ سب کچھ جو اس کے پاس پڑا ہے، ہر دیک کو میں تھائی لینڈ بھجوا رہا ہوں۔ وہاں اس کے لئے کام کا بندوبست بھی کر دیا ہے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہی رامیش پانڈے ایک بہت بڑی گیم کھیلنے جا رہا ہے۔'' جگجیت بھربھرے نے جوش سے کہا

''کیسی گیم؟'' جسپال چونکتے ہوئے بولا

''ابھی مجھے اس کے پورے خدوخال کا نہیں پتہ۔ لیکن میں اپنے ماضی کے تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا

''ماضی میں کیا ہوتھا؟'' بانیتا نے سوال کیا تو وہ ذرا دیر کے لئے سوچ میں پڑ گیا، پھر بولا

''سن دو ہزار سے تم لوگوں نے ناندیڑ بم دھماکا، ٹرین بم دھماکا، اجمیر شریف بم دھماکا، مالیگاؤں بم دھماکا، احمد آباد بم دھماکا، یہ سب سنا ہوگا؟'' اس نے پوچھا

''کچھ کچھ کا یاد ہے مجھے۔'' بانیتا سوچتے ہوئے بولی

''بابری مسجد کو گرایا گیا، کیوں؟ گجرات کے فسادات ہوئے، کیوں؟ سمجھوتہ ایکسپریس میں بم دھماکا کیا گیا کیوں؟ یہ جواب طلب سوال ہیں نا؟'' یہ کہہ کر وہ چند لمحے بانیتا کی طرف یوں دیکھتا رہا جیسے وہ کچھ اور ہی سوچ رہا ہو، پھر بولا ''یہ سب برہمنی ذہنیت کا شاخسانہ ہے، جن کی وجہ سے اب بھارت کو خطرہ ہے، ان کی جڑیں خفیہ اداروں، خاص طور پر آئی بی میں بہت گہری ہو چکی ہیں۔ مطلب اندر تک، اتنی اندر تک کہ جس کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ادارے اب کس کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں؟ اسی برہمنی ذہنیت نے میڈیا اور خاص طور پر علاقائی میڈیا پر پوری طرح کنٹرول کر لیا ہوا ہے۔ یہ انسانیت سوز واقعات خود کرتے ہیں، اور پھر الزام مسلمانوں پر لگا دیتے ہیں تا کہ انہیں دہشت گرد قرار دلوایا جا سکے۔ آئی بی ان کی پوری معاون ہے۔''

''کون لوگ ہیں یہ؟'' بانیتا نے پوچھا

''یہ تو میں بھی نہیں جانتا، ہو سکتا ہے تم ہو، میں ہوں یا یہ ونود رانا، کوئی بھی، کہاں تک کون بندہ ہے، یہ کوئی نہیں جانتا۔ لیکن،'' یہ کہہ کر اس نے لمحہ بھر کو سانس لے کر اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا، ''ایک سوال میں کروں؟''

''جی کیوں پوچھیں؟'' جسپال نے کہا

''تم لوگوں کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا کہ اتنی پولیس فورس ہونے کے باوجود میں نے تم لوگوں سے یہ اتنا سا کام کرنے کو کیوں کہا؟'' اس نے پوچھا

''یہ سوال تو ہے؟'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا

''میں جانتا ہوں کہ میں اس وقت ہٹ لسٹ پر ہوں اور کسی وقت بھی کوئی گولی مجھے چاٹ جائے گی، کیونکہ میں ان کے اندر تک اتر گیا ہوں۔ میں نے مالیگاؤں بم دھماکے کے مجرم پکڑ لئے ہیں، سادھوی پرگیہ سنگھ ٹھاکر، حاضر سروس کرنل پروہت، جو سمجھوتہ ایکسپریس دھماکہ کیس کا سرغنہ ہے، رامیش ایادھیا، سوامی دیانند پانڈے، سمیت گیارہ بندے میں نے پکڑ لئے ہیں اور یہ سارے ابھینو بھارت، جن جاگرتی سمیتی اور دیگر ہندو سخت گیر تنظیموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہندو راشٹریہ یعنی ہندوانہ حکومت چاہتے ہیں۔ ان کے ہاں سیکولر بھارت کا کوئی تصور نہیں۔ میں نے پہلی بار تجربہ کیا کہ فورسز سے ہٹ کر کام کروں تو میں نے کامیابی پالی۔۔ ورنہ میں ابھی کوئی پلان کرتا ہوں وہ اُن تک پہنچ جاتا ہے۔ ان کی جڑیں اس قدر مضبوط اور گہری ہیں، اسی سے سمجھ لو۔''

''یہ تو بہت خطرناک بات ہے؟'' بانیتا نے یوں کہا جیسے کسی کھائی سے بات کر رہی ہو۔

''بابری مسجد گرانے اور گجرات فسادات کے بعد برہمنی ذہنیت والوں کا مقصد حل نہیں ہوسکا۔ یہ تنظیمیں سنگھ پریوار سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ جو ملک، حکومت، عوام اور عالمی سطح پر مسلمانوں اور سکھوں کے بارے گمراہ کرتا ہے۔ اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں، کہیں بھی کوئی ایسی واردات ہوتی ہے، فوراً مسلمانوں کے خلاف سکھوں یا کسی دوسرے کے خلاف رٹا رٹایا بیان میڈیا پر آجاتا ہے۔ تفتیش میں وہ سب الٹ ہوتا ہے۔ اصل میں انٹیلی جینس بیورو، پولیس میں مداخلت کرتی ہے۔ ٹرین بم دھماکوں میں جب مجرم گرفتار کرنے کے لئے دباؤ ڈالا گیا تو ہمارے ایک پولیس انسپکٹر ونود بھٹ نے خودکشی کرلی۔'' اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا تو جسپال نے پوچھا

''تو کیا ہم ابھی نہ جائیں، یہیں ممبئی میں رہیں۔''

''تمہارا یوں کہنا اچھا لگا، اگر تم دونوں چاہو تو رابطے میں رہنا، مجھے آپ لوگوں کی مدد چاہئے ہوگی۔ ابھی آپ چاہیں تو آج ہی اپنے گھروں کو چلے جائیں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنے ماتحت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے نوٹوں کی چند گڈیاں اس کی طرف بڑھا دیں۔ اس نے وہ پکڑ کر میز پر رکھتے ہوئے کہا، ''یہ ذرا سی بھینٹ ہے، یہ آپ قبول کرلیں۔''

''نہیں آفیسر۔! یہ آپ اپنے بچوں کی مٹھائی کے لئے لے جائیں۔ اب ہمیں اجازت۔'' جسپال نے کہا تو وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا

''ٹھیک ہے، میں براہ راست اب تم دونوں سے رابطے میں رہوں گا۔ اگر یہاں رہو تو میرا جتنا علاقہ ہے وہ تم دونوں کا، جو چاہو سو کرو۔''

جگجیت بھربھرے نے کہا تو بانیتا ہنستے ہوئے بولی

''نہیں، ہم جرائم پیشہ نہیں ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ اٹھی تو جسپال بھی اٹھ گیا۔ جگجیت بھربھرے نے اٹھ کر دونوں سے ہاتھ ملایا۔

''اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟'' ونود رانا نے پوچھا

''مطلب؟'' جسپال نے چونکتے ہوئے پوچھا

''مطلب یہ ہے کہ اگر تم ابھی امرتسر جانا چاہتے ہو، تو میں تمہیں ائیر پورٹ تک چھوڑ دیتا ہوں۔ ٹکٹ کی بھی کوئی اتنی دیری نہیں ہوگی۔'' وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولا تو بانیتا نے ایک دم سے فیصلہ کرتے ہوئے کہا

''ٹھیک ہے، ہم ابھی نکلتے ہیں۔''

''میں یہاں سے امرتسر تک آپ سے رابطے میں رہوں گا۔'' ونود نے کہا تو ایک بار پھر وہ ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے باہر نکل آئے۔

اس وقت رات کا آخری پہر چل رہا تھا جب وہ دونوں امرتسر ائیر پورٹ سے باہر آئے تو ان کے انتظار میں سیاہ فریری کھڑی تھی۔ وہ دونوں اس میں بیٹھے تو فریری چل دی۔ ونود رانا نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا۔ کسی نے انہیں ہاتھ تک نہیں لگایا۔ بانیتا نے ٹی ایس، نوتن کور، اور زوردار سنگھ کو بتا دیا کہ انہوں ہنگامی طور پر یہاں سے نکلنا پڑ رہا ہے۔ وہ بعد میں رابطہ کریں گے۔ جہاز میں سوار ہونے تک انہوں نے امرتسر میں بھی بتا دیا۔ وہ حویلی پہنچے تو جسپال نے کار رُکتے ہی کہا

''دیکھو بانیتا، تم اپنے گھر والوں سے ملو جلو، لیکن مجھے فی الحال اوگی جانے دو۔ اب ہماری جالندھر ہی میں ملاقات ہوگی۔''

''اندر تو آؤ، کچھ کھا پی لو، تھوڑا آرام کر لو؟'' بانیتا نے حیرت سے کہا تو وہ بولا

''نہیں مجھے جانے دو۔''

''او کے، تم جاؤ۔'' اس نے کہا پھر اپنے ڈرائیور سے اسے لے جانے کو کہا اور خود اتر گئی۔ ڈرائیور نیچے بھی نہ اترا اور وہیں سے اوگی پنڈ کے لئے روانہ ہو گیا۔

سورج کی روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ جب وہ جالندھر کی فضاؤں میں جا پہنچا۔ وہ اس بار ہرپریت کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ کوئی سات آٹھ کے درمیان کا وقت ہوگا، جب وہ سرخ چھت والی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے جا پہنچا۔ بنتا سنگھ نے اسے دیکھا تو فوراً ہی گیٹ کھول دیا اور ڈرائیور اسے پورچ میں لے گیا۔

وہ کار سے اتر کر اندر ڈرائینگ روم میں گیا تو ہرپریت صوفے پر آلتی پالتی مارے گرومکھی میں شائع ہونے والا پنجابی اخبار پھیلائے بیٹھی تھی۔ سفید قمیص، نیلی شلوار اور دوپٹہ، جو ڈھلک کر اس کی گود میں پڑا ہوا تھا۔ بالوں کی لٹ اس کے جھکے چہرے پر جھول رہی تھی۔ جسپال اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ آہٹ پا کر ہرپریت نے سر اٹھایا تو سامنے جسپال کو دیکھ کر وہ چند لمحوں کے لئے ساکت ہی رہ گئی، جسپال نے اپنی باہیں پھیلا دیں۔ وہ تیر کی مانند اس کے سینے سے آ لگی۔ اسے لگا زندگی جیسے رُک گئی ہو، روح تک میں سیرابی اترتی چلی جا رہی ہے۔ وہ الگ ہوئے تو جسپال نے پوچھا

''پھوپھو اور انوجیت کدھر ہیں؟''

''وہ گھر پر نہیں ہیں، گردوارے گئے ہیں، آتے ہی ہوں گے۔ تم بیٹھو۔'' اس نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ بیٹھ گیا۔ ہرپریت اندر چلی گئی۔ پھر کچھ دیر بعد ہی لوٹ آئی اور اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

''سنا، یہاں سب خیر سکھ ہے نا؟''

''سب ٹھیک ہے۔ تو کچھ کھا پی لے، آرام کر لے، پھر باتیں ہی تو کرنی ہیں۔'' ہرپریت نے کہا

''نہیں ہرپریت، مجھے آج شام سے پہلے جالندھر جانا ہے، لیکن تو فکر نہ کر، اس وقت تک میں تم سے بہت ساری باتیں کر لوں گا۔'' اس نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

☆.....☆.....☆

شام کا سورج ڈھل گیا تھا، جب میں اور جنید واپس لاہور پہنچ گئے۔ تمام راستے ہم اس کے کئے گئے سروے پر بات کرتے رہے۔ سڑکوں پر رش کی وجہ سے کافی دیر بعد ہم گھر پہنچے، جہاں سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ ہم اندر گئے، ڈرائینگ روم میں کوئی نہیں تھا۔ کنٹرول روم میں فقط مہوش بیٹھی ہوئی زویا سے کراچی میں ہونے والے تازہ حالات کے بارے میں باتیں کر رہی تھی۔ اس نے ہمارے آنے پر خوش دلی کا اظہار تو کیا لیکن اس میں گرم جوشی نہیں تھی۔ کچھ تمہیدی اور روایتی باتوں کے بعد میں نے پوچھا

''سب کہاں ہیں؟''

''فہیم ابھی یہاں تھا، ہوسکتا ہے اپنے کمرے میں ہو۔ باقی سب بھی اپنے اپنے کمرے میں ہوں گے۔'' اس نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا

''سب لوگوں نے کھانا کھالیا؟'' میں نے پوچھا

''ابھی کہاں، ابھی تو دارا ہی واپس نہیں لوٹا، وہ مارکیٹ گیا تھا۔'' اس نے بتایا

''اوکے، سب کو یہاں بلاؤ، میں اوپر کمرے سے ہوکر آیا۔ ذرا جلدی۔'' یہ کہہ کر میں اپنے کمرے میں چلا گیا، مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ ایسے مایوس کیوں ہیں؟ میں نے زیادہ وقت نہیں لیا اور واپس کنٹرول روم میں آ گیا۔ وہاں جنید، اکبر انٹیلی جنٹ، مہوش اور فہیم، بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر گپ شپ کے بعد میں نے ان کے مایوسانہ رویے کے بارے میں پوچھا تو اکبر نے بولا

''دراصل وہاں ممبئی میں جسپال کا آپریشن کامیاب نہیں رہا، وہ واپس اُوگی پنڈ چلا گیا ہے۔ اس کے ساتھ بانیتا بھی واپس لوٹ گئی ہے۔ یہ ساری بات نوتن کورنے بتائی ہیں۔ وہ کافی حد تک مایوس تھی، اس ناکامی کے بعد ظاہر ہے اس کا اثر لیا سب نے۔''

''اوہ، یہ تو اچھا نہیں ہوا۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا

''اچھا تو واقعی نہیں ہوا۔'' جنید نے رائے دی

''کوئی وجہ بتائی نوتن کورنے۔'' میں نے پوچھا

''نہیں، کہہ رہی تھی کہ انہیں اچانک وہاں سے نکلنا پڑا ہے، ظاہر ہے وہ چند لوگ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ان یہودیوں کے پیچھے پوری حکومت کی سپورٹ ہے، فورسز ان کی حفاظت پر لگی ہوئیں ہیں۔'' مہوش بولی

''ویسے اگر ہم وہاں پر ہوتے تو کچھ نہ کچھ کر آتے۔'' اکبر نے افسوس بھرے لہجے میں کہا جسے میں نے نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا

''ان کی طرف سے مطلب جسپال یا بانیتا کی طرف سے کوئی فون یا کوئی اطلاع؟''

''ابھی تک تو نہیں، ان دونوں میں سے کسی نے رابطہ نہیں کیا اور نہ ہی ہم نے۔'' مہوش نے صورت حال بتائی

''اوکے میں دیکھتا ہوں، پھر ڈنر کے بعد بات کرتے ہیں۔'' میں نے کہا۔ وہ سب اٹھنے لگے تو اسی دوران مہوش کا فون بج اٹھا۔

''ٹھہریں، بھارت سے فون ہے۔'' اس نے پرجوش لہجے میں کہا تو سبھی رک گئے۔ مہوش نے کال رسیو کرتے ہوئے اسپیکر آن کر دیا۔ دوسری طرف اروند سنگھ تھا۔

''ہائے مہوش۔! گڈ ایوننگ۔'' اس نے کہا تو مہوش نے جواب دیتے ہوئے پوچھا

''کیا صورت حال ہے ادھر، سنا ہے.....''

تبھی اس نے بات کاٹتے ہوئے کہا

''سنی سنائی کو چھوڑو، پہلے مجھے یہ بتاؤ، جمال واپس آ گیا نورنگر سے؟''

''ہاں میں آ گیا ہوں اور تمہاری بات سن رہا ہوں۔'' میں نے کہا تو وہ پر جوش لہجے میں اس نے وہ بات بتائی کہ جسپال اور بانیتا واپس جالندھر کیوں آ گئے۔ مختصر انداز میں بتا کر وہ بولا

''ممبئی میں ایک بہت بڑا کام ہونے جا رہا ہے۔ مجھے اس گینگ کا پتہ مل گیا ہے جو وہ یہ سب کرنے جا رہے ہیں۔ ہم اس سے کیا فائدہ لے سکتے ہیں، یہ آپ لوگوں کے سوچنے کا م ہے۔''

''تفصیل کیا ہے؟'' میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تو اس نے وہ تفصیل بتا دی جو اسے معلوم تھی۔ میں نے اسے کچھ دیر بعد فون کرنے کا کہا اور فون بند کرا دیا۔

اروند بہت بڑی کامیابی حاصل کر چکا تھا۔ سبھی نے سن لیا تو میں نے سبھی کے چہروں کو پر جوش دیکھا۔

''سب نے سن لیا۔'' میں ان سب کو دیکھتے ہوئے کہا

''مزید کہنے کی ضرورت نہیں، ہم ابھی لگ جاتے ہیں کام پر۔'' فہیم کمپیوٹر کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا

''او کے۔ ڈنر پر ملتے ہیں اور پھر کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔'' میں نے کہا اور اٹھ کر اوپر چلا گیا۔

اروند سنگھ کا ایک دوست جو خود بھی کمپیوٹر سے متعلق تھا اور وہ ہیکنگ میں کافی آگے جا چکا تھا، اس نے اروند کو نئی تکنیک سے متعارف کروایا کہ انتہائی رازدارانہ پیغامات کس طرح کوڈ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں اور پھر انہیں ڈی کوڈ کرنے کی تکنیک کیا ہے۔ اس کے دوست کو ایک خاص قسم کا سوفٹ وئیر چاہئے تھا، جو اروند بنا سکتا تھا۔ دونوں نے اس پر مل کر کام کیا۔ کچھ ہی دنوں میں انہوں نے وہ چند کمپیوٹر کھنگال لئے جہاں جہاں یہ تکنیک استعمال ہو رہی تھی۔ اروند کا دوست چونکہ چین میں بیٹھا تھا اسے بھارتی معاملات میں کافی دلچسپی تھی۔ اس لئے اس کی خفیہ تنظیموں کی سرگرمی پر نگاہ تھی۔ اسی دوران ان دونوں کی توجہ ایک ایسی تنظیم کی طرف گئی جو یہودیوں کے بھارت میں دلچسپی کو گہری نظر سے دیکھ رہی تھی۔ ان کے کوڈنگ پیغامات میں یہودیوں کے خلاف کوئی بڑا آپریشن کرنے تیاریوں کے بارے میں بات چل رہی تھی۔ وہ لوگ پوری طرح تیار تھے۔ وہ سب بھارتی تھے اور ان کا سربراہ حکومتی پارٹی کا وزیر رامیش پانڈے تھا۔ بظاہر وہ یہودیوں کے قریب اور ان کا دوست تصور کیا جا رہا تھا۔ ان کی پلاننگ میں احتیاط اس قدر تھی کہ ابھی تک ان کے پیغامات میں یہ بات واضح نہیں ہوئی تھی کہ وہ کریں گے کیا؟ وہ یہ سب کیوں کرنے جا رہے تھے، اس کا بھی علم نہیں ہو سکا۔

میں نے اوپر جا کر جسپال سے بات کی۔ جسپال اس وقت جالندھر شہر کے فارم ہاؤس میں آ چکا تھا، جو بانیتا کا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ اروند، اور رونیت کے ساتھ گرلین پوری طرح کمپیوٹر کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ میں نے ساری صورت حال بتا کر اسے کہا

''جسپال۔! یہ ناکامی نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں اسے، تم صرف اتنا کرو کہ جتنے لوگ بھی تمہارے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، انہیں ایک مرکز پر لاؤ، کسی بھی کچھ کرنے کے لئے تیار کرو۔ دولت کی فکر مت کرو، صبح ہونے سے پہلے میں نوتن کور کو بھجوا دیتا ہوں۔''

''بانیتا آ جاتی ہے تو میں پھر تم سے رابطہ کرتا ہوں۔'' اس نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔

آدھی رات سے زیادہ کا وقت گذر گیا۔ کراچی، لاہور اور جالندھر کے ساتھ ممبئی میں لوگ سب رابطے میں تھے۔ وہ کامیابی جو ہاتھ سے نکل کر ناکامی کا احساس ہاتھوں میں دے گئی تھی، اس کی صورت بدلنے لگی تھی۔ میں مطمئن تھا۔ سلمان، اروند، فہیم اور رونیت، سبھی مل کر اس معاملے کو دیکھ رہے تھے۔

اس وقت رات کے دو بجے تھے کہ ایک دم سے فہیم پرجوش انداز میں بے ساختہ بولا

''پکڑ لیا۔''

''کیا پکڑ لیا؟'' اروند نے پوچھا

''یہ دیکھ۔'' اس نے ایک لنک اسے بھیجا اور میری طرف دیکھ کر بولا

''یہ واقعہ ممبئی میں ہوگا۔ اس کی یہ تفصیلات ہیں۔'' یہ کہ اس اس نے اسکرین پر دکھایا تو میرے اندر جوش بھرتا گیا۔ پورا پلان اس پر درج تھا۔ انہوں نے اسے ڈی کوڈ کر لیا تھا۔ جب وہ پلان سبھی کی نگاہ سے گذر گیا تو میں نے سبھی کا مخاطب ہو کر کہا

''ممکن ہے یہ سب اُلٹ ہو، یہ بھی کوڈر کو ڈ بات ہو، ابھی خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔ ابھی سے یہ دیکھیں کہ یہ ماحول، یہاں دے رہے ہیں۔ وہی ہے؟ کل شام تک کا وقت ہے ہمارے پاس۔ تب فیصلہ کریں گے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔''

''بالکل، ٹھیک۔'' اروند نے کہا تو سبھی متفق ہو گئے۔ میں اوپر چلا گیا۔

وہ ڈی کوڈ پلان یہ تھا کہ ممبئی کے تاج محل ہوٹل میں یہودیوں کے کچھ بڑے اور ان سے متعلق دنیا بھر سے بزنس کمیونٹی کے لوگ وہاں آ رہے تھے۔ وہ لوگ یہ حتمی فیصلہ کرنے جا رہے تھے کہ بھارت میں وہ کیا اور کس حد تک اپنا بزنس دیں گے اور وہاں سے کیا مقاصد حاصل کریں گے ۔ یہ اجلاس انتہائی خفیہ تھا۔ اسے ٹاپ سیکرٹ رکھا گیا تھا۔ وہ لوگ جو یہاں آ رہے تھے۔ انہیں بھی انتہائی خفیہ رکھا جا رہا تھا۔ ان لوگوں کا پلان یہی تھا کہ پہلے وہ خود طے کریں گے، پھر اس کے بعد وہ اپنا ایک نمائندہ چنیں گے جو بھارتی حکام سے بات چیت کرے گا۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ مراعات لے پائیں گے۔

اس وقت دنیا میں عالمی سطح جو بھی مذاکرات، معاملات، سمجھوتے یا پلان ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ ان میں فقط ایک رخ ہی کو مدنظر نہیں رکھا جاتا بلکہ ملٹی پرپز ہوتا ہے، اس ایک ہی پلان سے ممکن حد تک کئی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگرچہ ہر ملک کی اپنی حیثیت ہے، لیکن دنیا میں لابی سسٹم ہے۔ وہ کسی نظریہ سے بھی متعلق ہو سکتی ہے۔ بظاہر ہمیں چند کمیونٹیز ہی دکھائی پڑتی ہیں، جیسے یورپی یونین، امریکن بزنس لابی، مسلم ممالک، چین روس لابی، لیکن اس سے بھی ماورا، خفیہ تنظیمیں ہیں، جو اپنے مفاد کی خاطر کسی ملک کو جنگ میں جھونک دیں تو انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا، انہیں اگر اپنا مفاد دکھائی دیتا ہے تو وہ اسے جنگ میں جھونک دیں گے۔ تیل پر قبضہ کرنا ہے اور اس کے لئے کس کس کو لڑانا ہے۔ کتنے انسانوں کا خون بہانا ہے، انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہاں دولت پھینکنی ہے اور وہاں سے کیا اٹھانا ہے، وہ طے کرتے ہیں، کس جگہ پر کون سی ضرورت پیدا کرنی ہے، یہی لوگ کراتے ہیں۔ صرف 'فائدہ' ان کی نگاہ میں ہوتا ہے، انسان یا انسانی اخلاقیات ان کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ بھی

ایسے ہی لوگ تھے۔ وہ بھارت کو فائدہ دینے کے ساتھ ساتھ وہاں سے کیا مقاصد چاہتے تھے اور پاکستان کو کس حد تک نقصان پہنچا سکتے ہیں یہ انکا ایجنڈا تھا۔

دراصل عالمی سطح پر دہشت گردی کی مبہم اصطلاح کے پردے میں جبر و استبداد کو قانونی جواز دینا شروع کر دیا گیا ہے۔ جعلی اور مصنوعی دہشت گردی کے واقعات کو بنیاد بنا کر دنیا بھر کے عوام کو خوف کی کیفیات کا شکار کر دیا جائے اور حکمرانوں سے کسی قسم کا کوئی سوال نہ کیا جائے۔ بھارت میں مسلمانوں کی حالت زار بد سے بدتر کرنے کا جواز یہی ہے۔ موساد کو ایسا موقعہ ملنا چاہئے۔ بھارت میں ان جیسی رجعت، فاشسٹ فرقہ پرست نظریات رکھنے والی قوتوں سے ناطہ جوڑنا ان کا فطری عمل تھا۔ اسی لئے وہ فطری طور پر بھارت میں اپنی جگہ بنا کر خود کو مضبوط کر رہا تھا۔

اس کے برعکس وہ لوگ بھی اسی دنیا میں موجود ہیں، جو کرتے تو اپنے فائدے ہی کے لئے ہیں، ان کا مفاد ان سے ٹکرا رہا ہوتا ہے۔ وہ اپنی طاقت کا اظہار کرتے ہیں۔ میرے رب تعالی نے ہر ظالم کے لئے کوئی سبق دینے والا پیدا کرنا ہوتا، تبھی توازن قائم رہتا ہے۔ یہ انسان کا فیصلہ ہے کہ وہ کرنا کیا چاہتا ہے۔ جس نے اپنے آپ کو زندہ آئین وقوانین کے ساتھ جوڑ لیا وہ فلاح پا گیا، جو دنیا کی خواہش رکھتا ہے، وہ مردہ قرار پایا۔ فلاح وہی قوم پاتی ہے جو اپنے تن مردہ میں نئی جان پیدا کرتی ہے۔ ورنہ "ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات"۔

کولابہ کے علاقے میں موجود تاج محل ہوٹل میں اس تنظیم کے چند لوگ پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ وہ باقاعدہ کمرے لے کر عیش کر رہے تھے۔ یہ ہوٹل انڈیا گیٹ کے ساتھ اور ساحل سمندر پر واقع ہے۔ کولابہ ہی میں ایک کاروباری عمارت میں ان کا مرکز بن چکا تھا۔ صرف دو دن بعد وہ اس وقت حرکت میں آنے والے تھے، جب یہودی لابی کے لوگ وہاں پہنچ جاتے۔

میں بہت پر جوش ہو گیا تھا۔ اور پوری توجہ اسی طرف لگا دی تھی۔ میں نے اروند اور فہیم کو آن لائن بٹھا کر سمجھا دیا تھا کہ انہوں نے کیا کرنا ہے۔ دوپہر کے وقت ہی میں نے نوتن کور سے پوچھا۔ اسے بھی معلوم نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ لیکن جو پلان ڈی کوڈ ہوا تھا، اگر شروعات اس کے مطابق ہوئیں تو آگے کا سارا معاملہ ویسے ہی ہونا تھا۔

☆.....☆.....☆

جالندھر پر سورج کی روشنی پھیل چکی تھی۔ جسپال اروند کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ گرلین کور اور رونیت کور سمٹی ہوئی بیٹھی تھیں۔ ان سب کی آنکھیں دیکھ کر لگتا تھا جیسے ورم آلود ہوں۔ وہ کل شام سے مسلسل کمپیوٹر کے آگے بیٹھے ہوئے تھے اور پورا پلان سمجھنے کی کوشش میں تھی۔ اسی کمپوٹر اسکرین پر سبھی اکھٹا تھے۔ بانیتا ابھی تک فارم ہاؤس نہیں پہنچی تھی۔

"کچھ سمجھ میں آیا اروند؟" رونیت نے پوچھا

"کئی آپشن ہیں، سمجھ میں آ رہا ہے۔ لیکن جیسے ہی یہ واردات ہوئی تبھی اس کی صورت واضح ہوگی۔ کیونکہ اس واردات کے لئے اندر کے لوگوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔" اس نے اسکرین پر نگاہیں جمائے کہا تو جسپال کے ذہن میں جگجیت بھربھرے کی ساری بات ایک دم سے ابھری تو تیزی سے بولا

''تو پھر انتظار کرو، دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔''

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور باہر کی نکل گیا۔ وہ کچھ دیر ٹہلتا ہوا سوچتا رہا، پھر اس نے فون نکالا اور جمال کے نمبر ملانے لگا۔ ذرا سی دیر بعد رابطہ ہو گیا۔

''جمال، یہ جو بھی واردات ہے، اس کا تعلق بم دھماکوں کے اس سلسلے کے ساتھ ضرور جڑا ہوا ہے اور اس کا مرکز اگر ممبئی ہے تو جگجیت بھر بھرے بھی ان کی ہٹ لسٹ پر ہوگا، وہ اسے ماردیں گے۔''

''تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ہونی کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ ہم نے چاہا ہے کہ یہ یہودی اور ان کے حواری سبق سیکھیں تو انہیں سبق ضرور ملے گا۔ اس میں کس کا کتنا نقصان ہوتا ہے، یہ تو بعد کی بات ہے۔'' جمال نے پرسکون لہجے میں کہا

''لیکن اس میں ہمارا فائدہ کہاں ہے؟'' جسپال نے پوچھا تو وہ بولا

''فی الوقت ہمیں صرف تماشائی بننا ہے، پھر اس کے بعد دیکھیں گے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔''

''میں سمجھا نہیں تم اتنے پرسکون کیوں ہو؟'' جسپال نے پوچھا

''دیکھو، یہ تسلسل ہے انہی بم دھماکوں کا تو انہوں نے ہٹ کرنا ہی ہے اسے، اب یہ بچ سکتا ہے تو بچ جائے، یہ کیا ہونے جا رہا ہے، ہو گیا تو اس کی سمت دیکھ کر اس کے نتائج دیکھ کر اندازہ لگایا جائے گا کہ یہ کون ہیں، ہم اس میں نہیں کود سکتے۔ ہمارا کوئی جواز نہیں بنتا۔ اروند وغیرہ سے کہو، سکون کر لیں۔''

''اوکے، میں کہتا ہوں۔'' اس نے کہا اور فون بند کرتے ہوئے اندر کی طرف چل پڑا۔

وہ سب لوگ آرام کرنے چلے گئے لیکن جسپال کو سکون نہیں آ رہا تھا۔ یہ آگہی بھی بڑی اذیت دیتی ہے۔ بم دھماکوں میں کتنے لوگ اپنوں سے بچھڑ جائیں گے، اور ان کا کوئی گناہ بھی نہیں، کسی کو یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ وہ کیوں مارا جا رہا ہے۔ وہ اپنے کمرے میں پڑا یہی سوچ رہا تھا کہ بانیتا کور آ گئی۔

''اوئے جسپال تو ادھر پڑا ہے، بڑی خاموشی ہے۔ کیا ہوا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا اور اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''کچھ نہیں یار، یہ لوگ ساری رات بیٹھے رہے ہیں کمپیوٹر پر، میں نے کہا سو جاؤ تو وہ آرام کر رہے ہیں۔'' جسپال نے عام سے انداز میں کہا

''کچھ ملا بھی یا یہ اروند یونہی دعوے کر.....'' اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی تو جسپال نے اسے ساری بات بتا دی۔ وہ سنتی رہی اور اس کی آنکھیں پھیلتی رہیں۔ ساری بات سن کر وہ بے چین ہو گئی، اور تیزی سے پوچھا، ''یہ بات بھر بھرے کو بتائی؟''

''نہیں، ابھی نہیں۔'' اس نے سکون سے کہا

''ہمیں بتا دینی چاہئے۔'' یہ کہہ کر اس نے دلیل دیتے ہوئے کہا، ''دیکھو، میرا خیال ہے کہ اگر یہ بات انٹیلی جینس کو معلوم بھی ہوئی تو وہ اس تک یہ بات نہیں پہنچائیں گے۔ ہم اسے خبردار کر دیتے ہیں۔''

''جیسے تمہاری مرضی۔'' جسپال نے کہا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بانیتا کور نے فون سے نمبر ملائے تو کچھ دیر بعد رابطہ ہو گیا۔ اس نے بھرے بھرے کو ساری بات بتا دی تو اس نے کہا

''بانیتا یہ کوئی نئی بات نہیں روز کام معمول ہے۔ کسی نہ کسی طرف سے دھمکی آجاتی ہے۔ اگر کچھ ہونے جارہا ہے تو میں دیکھتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔'' بانیتا نے مایوس ہوتے ہوئے کہا تو جسپال بولا

''میں بھی کہہ دیتا تو اس کو جواب یہی ہونا تھا۔ اب صرف دیکھو۔ کیا ہوتا ہے۔''

اس پر بانیتا کو خالی الذہن کے ساتھ اس کی طرف دیکھتی رہی پھر ایک دم سے بیڈ پر لیٹ کر گہرا سانس لیا اور نعرہ لگاتی ہوئی بولی، ''جو بولے سونہال، ست سری اکال۔'' یہ کہہ کر وہ ایک دم سے ہنس دی۔

''بس اسی طرح رہو۔'' جسپال نے کہا

''چل یار میں بھی سولوں۔'' یہ کہہ کر وہ جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹ گئی۔ جسپال دوسرے کنارے لیٹ گیا۔

وہ فریش ہو کر فارم ہاؤس کے ایک سبزلان میں شام کی چائے پی رہے تھے۔ ان کے درمیان یہی موضوع چل رہا تھا کہ ممبئی میں کیا ہو سکتا ہے۔ پھر باتیں مختلف موضوعات سے ہوتی ہوئیں نجانے کدھر نکل گئیں۔ سورج غروب ہوا تو وہ اٹھ کر اندر چلے گئے۔ وہ سبھی کمپوٹر اسکرین پر نگاہیں جما کر بیٹھ گئے۔ ان کا ربطہ ممبئی میں پوری طرح ہو چکا تھا۔ ٹی ایس، نوتن کور اور زوردار سنگھ کے لوگ اپنے پورے لوازمات کے ساتھ ان مختلف جگہوں پر چلے گئے جہاں انہیں کہا گیا تھا۔ ان سب کو بانیتا کور دیکھ رہی تھی اور ہم فقط تماشائی تھے۔

ممبئی پر شام اتر آئی تھی۔ ٹی ایس کے لوگ کولابہ جیٹی کے آس پاس پھیل چکے تھے۔ ان میں سے کچھ لڑکے سمندر میں بھی چلے گئے تھے۔ دھندلکا بڑھتے ہی ٹی ایس نے اطلاع دی کہ تقریباً چار ناٹیکل میل (سات کلومیٹر) کے فاصلے سے تین مختلف بوٹس پر تقریباً دس آدمی بڑی تیزی کے ساتھ ساحل جانب بڑھ رہے ہیں۔ ان کے پاس سامان کے بھرے ہوئے تھیلے ہیں۔ وہ ساحل کے پاس پہنچ گئے، انہیں کسی نہیں پوچھا، کوئی کسی فورس کا بندہ وہاں نہیں تھا۔ وہ اسی طرح ساحل پر اترے جیسے وہ کوئی مقامی ہوں۔ پہلی کشتی پر سے چار آدمی اپنی بھاری بیگز کے ساتھ مچھی مار نگر ساحل پر اترے، باقی چھ دوسری کشتیوں میں ساحل کے ساتھ پھرتے ہوئے ممبئی کیفے پریڈ کے علاقے تک جا پہنچے۔ وہ سارے کے سارے جوان اور نوعمر تھے۔ انہوں نے پتلونیں اور ٹی شرٹس پہنی ہوئیں تھی۔ وہ وہاں بیس منٹ تک پھرتے رہے لیکن سوائے مقامی مچھیروں کے کسی نے ان سے نہیں پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے یہی بتایا کہ وہ طالب علم ہیں اور دوسرے شہر سے آئے ہیں۔

''اب یہ یہاں سے نکلیں گے۔'' اروند نے کہا

''پہلی نشانی پوری ہو چکی۔'' فہیم بڑبڑایا

''ٹی ایس سے کہو کہ یہ بندے نگاہوں سے اوجھل نہ ہوں۔'' بانیتا نے کہا تو ٹی ایس کا جواب آیا

''بالکل۔ ایسا ہی ہوگا، ہم پوری طرح تیار ہیں۔''

بھدوار پارک، ممبئی کیفے پریڈ کے قریب ساحل پر کچھ دیر رکنے کے بعد وہ چھ لڑکے وہاں سے نکل پڑے۔ انہوں نے اپنی کشتیاں وہیں چھوڑ دیں اور مین روڈ تک پیدل آگئے۔ وہاں پر آکر وہ دو ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک ٹولی میں دو اور دوسری میں چار لڑکے تھے۔

''وہ سبھی ٹیکسیوں میں بیٹھ چکے ہیں۔'' ٹی ایس نے اطلاع دی

''کوئی اندازہ ہے کہ اب یہ کیا کریں گے؟'' بانیتا نے پوچھا تو اروند بولا

''ان کے انداز سے یہی لگتا ہے کہ یہ چار مختلف جگہوں پر واردات کریں گے۔ ان میں سب سے بھاری واردات وہ لوگ کرنے والے ہیں، جو چار ہیں۔'' رونیت نے اپنے طور پر تبصرہ کیا۔

''او کے اب دیکھو یہ کرتے کیا ہیں۔'' جسپال نے ٹی وہ نگاہیں جمائے کہا

اس وقت ساڑھے نو ہو چکے تھے۔ جب نوتن نے اطلاع دی کہ وہ مچھی مارنگر سے ٹیکسی میں سوار ہو کر نارتھ لعل روڈ پر چڑھے، پھر چوک سے واپس ہو کر ٹیکسی سے اترے ہیں اور سیدھے کیفے لیوپولڈ میں داخل ہو گئے ہیں۔ کچھ ہی دیر بعد اندر سے فائرنگ کی شدید آوازیں آنے لگیں۔ چیخ پکار کے ساتھ ہی ہر طرف بھگدڑ مچ گئی تھی۔ کسی کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ یہ معلوم کر سکے کہ اندر ہو کیا گیا ہے۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد ہی ٹی وی پر چیخ و پکار مچنے لگی۔ وہ لوگ ایک ایک لمحے کی خبر دینے لگے۔ وہاں سے لاشیں ہٹائے جانے اور زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے کا سلسلہ چل رہا تھا کہ ایک ٹیکسی میں بم پھٹنے کی اطلاع ملی۔ اسی دوارن ٹی وی رپورٹ کرنے لگا کہ شیواجی ریلوے اسٹیشن پر دو لوگوں نے فائرنگ شروع کر دی ہے اور اسی طرح اوبرائے ہوٹل میں دو لوگ گھس گئے ہیں اور انہوں نے فائرنگ کرنا شروع کر دی ہے۔ اسی لمحے یہ خبر بھی دی جانے لگی کہ یہودیوں کے سنٹر نریمان ہاؤس میں شدید فائرنگ ہوئی ہے اور وہاں پر دو لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے اور وہاں کے لوگوں کو یرغمال بنا لیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تاج محل ہوٹل کے اندر فائرنگ ہونے کی آوازیں آنے لگیں ہیں۔ ٹی وی اسکرین پر یہ ساری رپورٹس چل رہی تھیں۔

''تمہارا کیا خیال ہے، اب ان کا اگلا قدم کیا ہوگا؟'' بانیتا کورنے پر جوش انداز میں اروند سے پوچھا۔

''یہ دیکھو، یہ سارا ڈرامہ یہاں لکھا ہوا ہے۔ ان میں سے وہ لوگ جو اب منظر سے ہٹ گئے ہیں، وہی اب جگجیت بھربھرے کو ماریں گے۔''

''وہ، کون ہیں اس وقت؟'' بانیتا نے پوچھا

''وہ تو شیواجی ٹرمینل پر فائرنگ کرنے والے منظر سے ہٹ گئے ہیں، پولیس ان کی تلاش میں ہے۔'' رونیت کورنے تیزی سے کہا

''وہ جال میں لا رہے ہیں جگجیت بھربھرے کو۔'' اروند نے کہا تو بانیتا نے اپنا سیل فون نکالا اور نمبر ملانے لگی، مگر فون مصروف جا رہا تھا۔ اس نے ونود کا نمبر ملایا وہ بھی ویسا ہی ملا تب اس نے ٹی ایس کو مخاطب کیا اور پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟

''میں شیواجی ٹرمینل کے پاس ہی ہوں۔ یہاں سے وہ دہشت گرد نکل چکے ہیں اور ہر طرف پولیس ہے۔''

''دیکھو ٹی وی پر دکھایا جا رہا ہے کہ جگجیت بھربھرے نے بلٹ پروف جیکٹ پہن لی ہے اور وہ پوری طرح مقابلے پر تیار ہو گیا ہے۔ اس تک یہ اطلاع پہنچ جانی چاہئے کہ جال میں پھنس رہا ہے۔'' بانیتا نے تیزی سے کہا تو وہ بولا

''مگر میں اسے تلاش کہاں کروں گا اور مجھے اس تک پہنچنے کون دے گا۔''

''دیکھو، یہ ٹی وی والے جو لمحہ لمحہ کی رپورٹ دے رہی ہیں نا، وہ حملہ آوروں کی کتنی بڑی مدد کر رہے ہیں۔ اس سارے کھیل کو جو کھیل رہی

ہیں، وہ سامنے دیکھ رہے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا تم اندازہ نہیں کر سکتے ہو؟'' اس نے پوچھا تو ٹی ایس بولا

''وہ تو ٹھیک ہے مگر میں اس تک پہنچوں گا کیسے؟''

''میں کرتی ہوں کچھ'' یہ کہہ کر اس نے ونود رانا کے نمبر ملائے تو چند لمحے بعد اس نے فون رسیو کر لیا، ''جگجیت بھربھرے کو بچا سکتے ہو تو بچا لو۔''

''مطلب ایسا کیا؟''

''تم لوگوں کے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہو رہا ہے۔ جگجیت بھربھرے کو غلط اطلاع دی جائے گی اور وہ جال میں جا پھنسے گا۔'' اس نے چیخ کر بتایا

''مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔''

''تمہیں ابھی سمجھنے کی ضرورت نہیں، میری بات سمجھو، کہاں ہو؟''

''میں ان سے تھوڑا فاصلے پر ہوں۔''

''ٹی ایس ابھی آپ کو ملتا ہے۔ وہ ساری بات سمجھا دے گا۔'' وہ بولی

''او کے۔'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا

ٹی ایس کوئی وقت ضائع کیے بغیر ونود رانا کی طرف بھاگا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ اس سے جا ملا۔ اسی دوران یہ اطلاع آ رہی تھی کہ دو حملہ آور، شیواجی ٹرمینل کے پچھلی طرف موجود کاما ہسپتال میں موجود ہیں، وہاں انہوں نے فائرنگ کی ہے اور لوگوں کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔

کاما ہسپتال کے نزدیک ہی آزاد نگر پولیس اسٹیشن تھا۔ ونود اور ٹی ایس جیسے ہی وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ جگجیت بھربھرے اپنے دو سیکورٹی گارڈز کو ہدایت دے کر اپنے ساتھ لے جا چکا ہے۔ وہیں پر انسپکٹر رامتے اور سالسکر بھی آ گئے۔ وہ شیواجی ٹرمینل ہی سے آئے تھے انہیں بھی یہ اطلاع مل چکی تھی کہ کاما ہسپتال میں کیا ہو رہا ہے۔ وہیں انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ کاما ہسپتال کی مین انٹرنس سے تک جائیں اور وہاں سے اپنے آپریشن کا آغاز کریں۔

کاما ہسپتال کی مین انٹرنس کے سامنے درختوں کا جھنڈ تھا۔ رامتے نے یہ تجویز دی کہ سامنے سے اٹیک کیا جائے۔ وہ وہاں سے گنوں کی فائرنگ کی آواز سن رہے تھے۔ وہ درختوں کی اوٹ میں سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ وہیں سے انہوں نے فائرنگ کی ابتدا کی تو ہسپتال کی طرف سے بھی فائرنگ ہونے لگی۔ ذرا سی دیر کے بعد ہسپتال سے ایک دستی بم آ گرا۔ وہ بم ان سے ذرا فاصلے پر گرا اور پھٹ گیا۔ ایک چندھیا دینے والی روشنی میں زبردست دھماکا ہوا۔ وہ سبھی فوراً وہاں سے ہٹ گئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ بلٹ پروف گاڑی میں سامنے کی طرف جایا جائے۔ وہ تینوں اور ان کے کانسٹیبل جن مین اور ون جادھو بھی تھا، گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اور ان کا رخ کاما ہسپتال کی طرف ہو گیا۔ اسی لمحے انہیں وائرلیس پر پیغام موصول ہوا کہ قریب ہی کی ایک عمارت راج بھون کے پاس سرخ رنگ کی گاڑی کے پاس چھپے ہوئے ہیں۔ وہیں انہیں دیکھا جائے۔ یہ ان کے لئے حیرت انگیز بات تھی۔ ان کی ساری توجہ ادھر ہو گئی۔ اسی پوائنٹ پر سالسکر نے ڈرائیور کو ہٹا کر خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اس وائرلیس کی گونج ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ دونوں حملہ آور کاما ہسپتال کی اوٹ سے سو فٹ کے فاصلے پر ایک دم نکلے، جیسے انہیں پوری طرح پتہ ہو کہ اس گاڑی میں کون

ہے، وہ انہی کی طرف آ رہی ہے۔ انہوں نے بے تحاشا پورے اعتماد کے ساتھ فائرنگ کرنا شروع کر دی۔ رامتے کے پاس اے کے فارٹی سیون تھی جبکہ سالسکر کے پاس نو ایم ایم کا پستول تھا۔ ایک بار تو یوں لگا جیسے ایک حملہ آور زخمی ہو کر گر گیا ہے، لیکن اگلے ہی لمحے وہ اٹھ گیا اور اس کا نشانہ وہ تینوں تھے۔ جگجیت بھربھرے فائرنگ کی زد میں آ گیا اور اس نے موقعہ پر دم توڑ دیا۔ وہ دونوں آگے بڑھے، انہوں نے دیکھا، سبھی مر چکے ہیں۔ حالانکہ ارون جادھو ابھی زندہ تھا۔ وہ یوں بن گیا جیسے مر گیا ہو۔ ان میں سے ایک حملہ آور نے پوچھا

''ان میں جگجیت بھربھرے کون ہے؟''

دوسرے نے گن کی نال سے جگجیت بھربھرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

''یہ ہے۔''

''اس نے بلٹ پروف جیکٹ پہنی ہوئی ہے، ہو سکتا ہے ابھی یہ زندہ ہو۔'' اس نے یہ کہا ہی تھا کہ دوسرے نے نفرت سے اس پر پھر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔

''ہم اپنا کام کر چکے، یہ اتنی آسانی سے مارا جائے گا۔ باسٹرڈ۔'' دوسرے نے نفرت سے کہا اور تیزی سے مرے ہوؤں کو نکال کر گاڑی میں بیٹھے اور نکل گئے۔ کچھ ہی دیر بعد یہ خبر ٹی وی پر تھی کہ جگجیت بھربھرے مر گیا ہے۔

''اُوہ، بہت برا ہوا۔'' بانیتا کور نے صدمے سے کہا

''اسے جال میں لایا گیا، وہ چلا گیا اور پھنس گیا۔ انسداد دہشت گردی اسکوڈ کا سربراہ یوں آسانی سے مر جائے گا، کیا یہ انہونی نہیں ہے۔'' اروند نے کرسی موڑتے کر تیزی سے کہا

''بات انہونی یا ہونی کی نہیں ہے ارون د، کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ اس دنیا.....'' بانیتا نے کہنا چاہا تو وہ اس کی بات کاٹ کر بولا

'' دنیا میں جو مرضی ہوتا رہے، میں اپنی بات کر رہا ہوں، یہ جو اسکرین پر چل رہا ہے یہ سب ڈرامہ ہے، افسوس اور صدمہ یہ ہے ، اس میں انسان مر رہے ہیں، ابھی نجانے کتنے لوگ مریں گے۔ یہ جو فورسز یہاں لگائی جا رہی ہیں، کیا یہ انسان نہیں؟ کتنے لوگ خون کی اس ہولی میں جھونکے جا رہے ہیں، کس لئے؟''

''یہ تو وہی لوگ بتا سکتے ہیں جو یہ کھیل کھیل رہے ہیں۔'' بانیتا نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا جیسے وہ اب صدمے سے باہر نکل آئی ہو۔

''یہی کھیل میں ان پر الٹنا چاہتا ہوں۔ میں ابھی بتا دوں کہ سب نیپال کی سرحد کے پاس طے ہوا ہے۔ اور یہ لوگ وہیں کے ہیں۔ یہ سامنے اسکرین پر ان کے بارے میں سب موجود ہے۔ اب انہوں نے الزام کس پر لگانا ہے یہ بھی طے ہے، گرلین، دیکھو ڈنر تیار ہے یا نہیں۔'' اروند نے کہا اور اپنی سیٹ سے اٹھ گیا

''یہ تمہارا کیا طریقہ اروند، ادھر لوگ.....اور.....تم ڈنر کی بات۔'' رونیت نے حیرت سے کہا

''یہ درندگی سے بھرڈرامہ ابھی ختم ہونے والا نہیں۔ پوری ممبئی ہل چکی ہے۔ ممبئی میں موجود فورسز، ممبئی کے دادا پڑدادا سب ڈھیر ہیں،

کسی میں جرات نہیں کہ اس کو سمجھ سکیں۔اور تم لوگ کب تک کھانا نہیں کھاؤ گے؟''اس نے جوش بھرے انداز میں یوں کہا جیسے وہ صدمے میں جانے کے بعد حواس باختہ ہو گیا ہو۔

''اروند ٹھیک کہہ رہا ہے، آؤ ڈنر کرتے ہیں۔''جسپال نے کہا اور اٹھ گیا۔

''دیکھو، نریمان ہاؤس میں کیا ہو رہا ہے۔'' رونیت نے اس کی توجہ ٹی وی کی طرف دلائی۔ وہ وہی فائرنگ اور پولیس کے گھیرنے کی اطلاعات تھیں۔ اسی طرح تاج محل ہوٹل، اوبرائے ہوٹل، ان سب سب جو آپریشن ہو رہے تھے، ان سب کی لحہ بہ لحہ رپورٹ نشر ہو رہی تھی۔ تبھی جسپال نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا

''یار یہ میڈیا کی خبروں، اپ ڈیٹس اور رپورٹ سے تو یوں لگتا ہے جیسے ان حملہ آور دہشت گردوں کو بتایا جا رہا ہے پولیس اور دوسری فورسز ان کے خلاف کیا کر رہی ہیں، یا پھر ان لوگوں کو جنہوں نے یہ حملہ کروایا ہے۔''

''مجھے بھرے بھرے کی بات اب تک یاد ہے کہ کن لوگوں نے مقامی میڈیا پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ اب دیکھنا، یہ سب ہو رہا ہے نا، کسی کو اس بارے معلوم نہیں کہ یہ کون کر رہا ہے۔ لیکن۔! یہ فوری طور پر الزام مسلمانوں پر لگائیں گے، ہو سکتا ہے یہ سکھوں کہ سر بھی تھوپ دیا جائے۔'' بانیتا کور نے دھیمے سے لہجے میں کہا

''آؤ، دوسرے کمرے میں چلیں۔''جسپال نے اٹھتے ہوئے کہا اور باہر کی جانب چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

اڑسٹھ گھنٹے گذر گئے تھے۔ برصغیر میں موجود لوگوں کی طرح ہم بھی اس واقعے کے ساتھ مسلسل جڑے رہے تھے۔ پوری توجہ اسی دہشت گردی کی واردات پر تھی۔ اس سارے واقعے میں ایک سو چھاسٹھ سے زائد بے گناہ لوگ مارے گئے، جبکہ ساڑھے تین سو کے قریب لوگ زخمی ہو گئے تھے۔ ان میں بائیس غیر ملکی مارے گئے۔ وہ بائیس غیر ملکی کون تھے؟ جگجیت بھر بھرے کی بلٹ پروف جیکٹ کہاں گئی؟ اسے کس نے اس طرف دھکیلا؟ کیا بھارتی انٹیلی جنس اور نیوی کی خفیہ اس قدر نالائق ثابت ہوئی کہ انہیں ان حملوں کا احساس تک نہیں ہوا۔ دس بندے ان کے ملک میں آسانی سے داخل ہو گئے، کسی نے ان سے نہیں پوچھا؟ وہ اپنی نااہلی کے باعث لاعلم تھے یا ان کی ملی بھگت تھی؟ ابھی حملہ ہوا ہی تھا، تاج محل میں لوگ محصور تھے، ہر طرف افراتفری تھی، کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے، لیکن بھارتی میڈیا یہ بکنے لگا تھا کہ پاکستان کے کن کن شہروں پر حملہ کر دینا چاہئے۔ اس دوران مجاہدین نامی نامعلوم تنظیم نے حملوں کی ذمہ داری بھی لے لی اور ای میل کے ذریعے یہ ذمہ داری قبول کی؟ یہ ای میل کسے بھیجی گئی؟ وہی بندہ کیوں پکڑا گیا جس نے جگجیت بھر بھرے کو قتل کیا؟ وہ وہاں سے نکل کر کدھر جا رہے تھے؟ وہ زندہ گرفتار ہونے والا دہشت گرد تین برس پہلے نیپال میں گرفتار کیا گیا تھا۔ وہی زندہ کیوں بچا جس نے بھر بھرے کو مارا؟ تاج محل کے باہر پولیس اور ''کچھ لوگ'' اس طرح لوگوں کی ''مدد'' کر رہے تھے جیسے وہ ہلاکتیں بڑھانا چاہتے ہیں اور سب سے اہم سوال کہ جگجیت بھر بھرے کو کاما ہسپتال کی طرف کس نے دھکیلا اور وائرلیس پر ایسا پیغام کیوں دیا گیا تھا۔ ایک ہی جگہ تین آفیسر کس طرح جمع ہو گئے تھے۔ کس نے انہیں وہاں جانے کا حکم دیا تھا۔ یہ اور ایسے سوالوں کا تسلسل تھا جس کی سمجھ اسے آ سکتی جسے ہندتوا کی تنظیموں کے بارے میں ذرا سا بھی پتہ ہو۔ یہ بھارت کا گھٹیا اور فلاپ ڈرامہ تھا۔ اگر پاکستانی حکومت اسی وقت ہوش سے کام لیتی تو حملے

کی پہلی رات ہی بھارت کے کپڑے اُتار کر اس کے میڈیا کے منہ پر دے مارتے۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔

ان اڑسٹھ گھنٹوں کی کاروائی نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہر نئی سوچ کے ساتھ ایک ایسا سوال پیدا ہوتا کہ میں اپنے اندر سے ہل جاتا۔ جدید ٹیکنالوجی جہاں ہر راز کھول رہی ہے، وہاں درندگی کس تک بڑھتی چلی جا رہی ہے یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ سب کیوں؟ ایک سوچ ہی ہے نا، جسے نظریہ بنا لیا جاتا ہے اور پھر اس کی آبیاری انسانی خون کے ساتھ کی جاتی ہے۔ کیا یہ انسانیت ہے یا شیطانیت؟ ہندو انتہا پسند جو مسلمانوں کو زندہ جلانے سے دریغ نہیں کرتے، ان کے لئے اپنوں کو مار دینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ان شدت پسند ہندوؤں کی حالت تو یہ تھی کے ان کے اخبار" سامنا" کے اداریے میں یہ لکھا گی اکہ ہم نے بھر بھرے کے منہ پر تھوک دیا۔ مجھے ان سے کوئی غرض نہیں تھی، لیکن ان کا پاکستان کو میلی نگاہ سے دیکھنا ہر گز قبول نہیں تھا۔ ان میں کچھ انتہا پسند ہندو ایسے بھی تھے جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بھارتی فوج آج ہی پاکستان پر چڑھائی کر دے۔ سیاسی بیانا کی مچھلی منڈی میں صرف پاکستان ہی کو مورد الزام ٹھہرایا جا رہا تھا۔ مجھے یہ ہر گز قبول نہیں تھا۔

میں اپنے کمرے میں پڑا سوچتا رہا۔ پھر اس شام میں نے دو اہم فیصلے کر لئے۔ ایک یہ کہ پاکستانی سیاست میں ان لوگوں کا قلع قمع کرنا جو کسی بھی لحاظ سے پاکستان کے وجود کو برداشت نہیں کرتے اور دوسرا زخم زخم پاکستان کی سیاسی نظام کو عوامی بنانا۔

ڈنر کے بعد کراچی اور لاہور کے لوگ آن لائین ہو گئے۔ جس طرح پچھلے دو دنوں سے رات کے وقت بیٹھ کر ان حالیہ واقعات پر تبصرہ آرائی ہوتی تھی۔ میں نے ان سب کو اپنا فیصلہ سنا دیا۔

" جمال تمہارے یہ فیصلے سر آنکھوں پر، یہ ہونے چاہئیں لیکن یہ ابھی فوری نوعیت کے نہیں ہیں۔ ہمیں ابھی اس طرف توجہ دینا ہو گی کہ اس وقت پاکستان کے خلاف جو سازشیں ہو رہی ہیں ان کا سد باب کیسے کیا جائے۔" اکبر علی انٹیلی جنٹ نے اپنی رائے دی

"اگر ہم اس میں پڑ گئے تو جو اک نیا جہان جمال بنانا چاہتا ہے، وہ نہیں بنا پائیں گے۔" زویا ایک دم سے بولی

"مطلب دونوں کام ایک ساتھ کرنے ہوں گے۔" جنید نے دھیمے لہجے میں کہا

"ظاہر ہے ابتدا ایسے ہی ہو گی، یہ سیاست دانوں کی اتنی غلاظت ہے کہ اسے سمیٹتے سمیٹتے عمر گذر جائے گی۔" علی نواز نے اپنی بھڑاس نکالی

"تو ڈن ہو گیا۔" اکبر علی نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا

"کیا؟" میں نے پوچھا

وہ لوگ جو ہمارے نئے جہان میں رکاوٹ ہوں گے، انہیں دور کریں گے اور بس۔" اس نے وضاحت کی

"اس کے لئے طاقت چاہئے، دولت کی ہمارے پاس کمی نہیں، افرادی قوت اکھٹا کر رہے ہیں۔ اسلحہ جتنا چاہیں مل سکتا ہے۔" اکبر نے جذباتی لہجے میں کہا

"چلو یہیں سے شروعات کرتے ہیں۔" میں نے کہا تو ہمارے درمیان بحث چھڑ گئی۔ ہم نے طے کر لیا کہ کس نے کیا کرنا ہے۔ کل کی شام سے ہم اپنا کام شروع کر دیں گے۔ کسی انتظار کی ضرورت نہیں۔

☆.....☆.....☆

''ہمارا مسئلہ وہی ہے جو غلام کا ہوتا ہے۔ ہم آزاد ملک میں آزاد شہری ہوتے ہوئے بھی غلام ہیں۔ ایک سکھ اس ملک میں دہشت گرد اور ملک دشمن ہی سمجھا جاتا ہے، کیوں، ایسا کیوں ہو رہا ہے، اس کی وجہ صرف اور صرف وہ ہندو ذہنیت ہے جو اپنے سوا کسی کو برداشت ہی نہیں کر پا رہی ہے۔ اور ہمارے گرو مہاراج، سچے بادشاہ نے جو ہمیں سبق دیا ہے وہ یہی ہے کہ سچا سکھ مر تو سکتا ہے لیکن غلام نہیں ہو سکتا۔ بانیوں میں یہی لکھا ہے، ہم جدوجہد کریں گے۔'' جسپال نے پورے جوش سے کہا اور سب کی طرف دیکھا۔ اس کے سامنے رونیت، بانیتا، گرلین اور اروند بیٹھے ہوئے تھے۔

''ہم نے اپنی زندگی اپنے دھرم کے نام لگا دی ہے جسپال، یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔'' رونیت نے گرلین کی طرف دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا

''اروند۔! اگر تم یہاں رہو یا کینیڈا، تمہارے لئے ایک ہی بات ہے۔ اگر میں تم تینوں کو وہاں بھیج دوں تو کیا تم محفوظ نہیں ہو جاؤ گے اور ہماری مدد.....''

''میں سمجھ گیا ہوں تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔ ہم وہاں زیادہ محفوظ ہوں گے اور زیادہ کام آسکیں گے۔'' اس نے تیزی سے کہا

''تو پھر تیاری کرو۔ یہ بانیتا کی ذمہ داری ہے کہ تمہارے جانے کا بندوبست کر دے۔ وہاں تم میرے پاس ہی ہو گے۔ بانیتا اور میں یہاں اپنی طاقت بنائیں گے، جو جیسی بھی بنی۔'' جسپال نے کہا

''ہو گیا سمجھو، ابھی امرتسر کے لئے نکلو۔'' بانیتا نے ساری بات سمجھتے ہوئے کہا اور اٹھ گئی۔

آدھی رات سے کچھ زیادہ ہی وقت ہو گیا تھا جب جسپال انہیں امرتسر کی جانب روانہ کر کے خود اوگی کی طرف چل پڑا۔ اس نے ہرپریت کو فون کر دیا تھا کہ وہ آ رہا ہے۔ وہ اس کے انتظار میں جاگ رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے پورچ میں گاڑی کھڑی کی، ہرپریت نے دروازہ کھول دیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو کویوں دیکھتے رہے جیسے صدیوں بعد ایک دوسرے کو دیکھا ہو۔

''ایسے ہی کھڑی رہو گی یا اندر آنے کو بھی کہو گی۔'' جسپال نے مسکراتے ہوئے کہا

''جو دل میں بستے ہوں انہیں کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی، میں تو جی بھر کے تمہیں دیکھ رہی ہوں، ہو سکتا ہے تم یہ کہہ دو کہ میں نے ابھی واپس لوٹ جانا ہے اور میں تمہیں روک بھی نہیں سکتی۔'' ہرپریت نے یوں کھوئے کھوئے انداز میں کہا کہ جسپال کے وہ اندر تک اتر گئی۔ وہ مسکرا دیا اور پھر بولا

''آؤ، اوپر کمرے میں چل کر باتیں کرتے ہیں۔''

''تم چلو، میں آتی ہوں۔'' اس نے دھیمے سے لہجے میں کہا تو اس نے قدم بڑھا دیئے۔

زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ جسپال ایزی ہو کر بیڈ پر آن لیٹا تھا کہ ہرپریت اس کے لئے چائے کے ساتھ لوازمات لے آئی تھی۔ اس نے ٹرے بیڈ پر رکھا اور اس کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

''سوری ہرپریت۔! میں جالندھر میں ہوتے ہوئے بھی تم سے رابطہ نہیں کر سکا۔'' یہ کہہ کر اس نے چائے کا مگ اٹھایا تو وہ حسرت آمیز

لہجے میں بولی

''جسی، کیا تمہیں یہ احساس ہے کہ ایک عرصہ ہو گیا تم نے مجھے پریتو نہیں کہا؟''

اس پر جسپال نے اُسے چونک کر دیکھا، پھر چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد بولا

''کاش ہم اپنی محبتوں میں وہ مٹھاس رکھ پاتے، لیکن کیا کریں ہر پریت، اس دنیا میں جینے کا حق صرف طاقت وروں کو ہے، یا تو وہ اپنا غلام بنا لیتے ہیں یا پھر مار دیتے ہیں، تیسری کوئی راہ نہیں ہے جینے کی۔ کاش ہم بھی آزادی سے اپنے رشتوں کو نبھا سکیں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ ایک دم سے افسردہ ہو گیا۔

''میرا مقصد تمہیں افسردہ کرنا نہیں جسی، میں تو یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ میرے لئے تمہارے پاس جتنا بھی وقت ہو، وہ پوری طرح میرا ہو اور بس۔'' یہ کہہ کر وہ مسکرا دی، صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ زبردستی کی مسکراہٹ تھی۔

''ہاں یہ تو ہے۔'' جسپال نے بھی افسردہ سی مسکراہٹ سے کہا اور بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ ان دونوں میں خاموشی اتر آئی تھی، جیسے ساری بات سمجھتے بھی ہیں اور سمجھنا بھی نہیں چاہتے۔ کچھ دیر بعد اس نے خوشگواریت سے پوچھا، ''اچھا چھوڑ، بتا یہاں کیسا چل رہا ہے سب؟''

''جیسا تم نے کہا تھا، ویسا ہی چل رہا ہے۔ پورے علاقے میں جتنے بھی گرودوارے ہیں، میں نے سردار ویر سنگھ نے سیوا یاترا مکمل کر لی ہے۔ بہت ساری جگہوں پر مسائل ہیں۔ لیکن وہ مسئلے ایسے ہیں جن میں لوگوں کی ذاتی انا شامل ہے، باقی کچھ نہیں۔'' ہر پریت نے بتایا

''اصل چیز لوگوں کی ہمدردی ہے، کیا ویر سنگھ وہ ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب رہا ہے یا ناکام؟'' جسپال نے پوچھا

''بہت حد تک، وہ جو آئی بی والے مارے ہیں نا، ان کا بڑا اثر ہے۔'' ہر پریت نے سوچتے ہوئے کہا

''مطلب یہ بھی طاقت ہی کو مانتے ہیں، انسانیت یا دھرم کو نہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا، پھر چند لمحے سوچ کر بولا ''ہمیں صبح ویر سنگھ جی کے پاس جانا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' ہر پریت نے تابعداری سے کہا تو جسپال ہنس دیا۔ پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اپنے قریب کر لیا۔ وہیں بیٹھے، باتیں کرتے انہیں پوری رات گذر گئی۔ اس کا احساس انہیں اس وقت ہوا جب گرودوارے سے گیانی پورے گاؤں کو اٹھانے کے لئے حکم جاری کرنے لگا۔

انہیں ناشتے پر کافی دیر ہو گئی۔ پھوپھو کلجیت کور اور انوجیت سے باتیں کرتے وقت گذرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ وہاں انہوں نے گھر بار کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں کی۔ کلجیت کور جب اٹھ گئی تو اس نے انوجیت سے کہا کہ وہ آج بلبیر سنگھ پنچ کو یہاں گھر میں بلائے۔ دن کافی چڑھ آیا تھا جب ہر پریت اور جسپال دونوں کار میں بیٹھ کر ویر سنگھ کی حویلی چل دیئے۔ ویر سنگھ انہی کے انتظار میں تھا۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ ان کے ملازم آؤ بھگت میں لگ گئے۔ کافی دیر ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد جسپال نے پوچھا

''سردار جی اب کیا سوچا ہے آپ نے الیکشن کے بارے میں۔ یہاں سے کس کو اپنا نمائندہ بنانا ہے۔''

''سیدھی اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں اب اس قابل نہیں رہا۔ گرودوارہ سیوا میں کچھ اتنا سکون ملا ہے کہ کچھ دوسرا کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ میرے منہ بولے بیٹے جوگندر سنگھ اور سریندر سنگھ تیار ہوسکتا ہے۔ لیکن میں یہ فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں تو جسے چاہے اس کام کے لئے چن لے۔'' اس نے واضح لفظوں میں اپنی رائے دے دی

''میں اکیلا یہ فیصلہ نہیں کرسکتا سردار جی۔ جتھے داروں اور گیانیوں کے بغیر یہ فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ میں نہیں چاہتا کہ طاقت کے زور پر اسے منوایا جائے۔ ہم نے دھرسیوا کرنی ہے اور اس حکومت سے اپنا حق مانگنا نہیں چھیننا ہے۔ جس میں یہ جرات ہے وہ آگے آئے۔'' جسپال نے انتہائی جذباتی لہجے میں کہا

''ہونا بھی یہی چاہئے۔ اب تک جو ہمارے نمائندے تھے، وہ ہمیں ہی بیچتے رہے۔ حکومت کے مخبر بن کر اپنی قوم کے لوگوں کو مرواتے رہے، لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔'' ویر سنگھ نے دکھی لہجے میں جواب دیا

''تو سردار جی، آج شام کو علاقے کے کسی بھی گرودوارے میں سارے گیانیوں کو بلاتے ہیں اور ان سے بات کرتے ہیں۔'' جسپال نے کہا

''اوہ بھائیا۔! میں نے بات کرلی ہے، اور انہوں نے مجھے یہ حق دے دیا ہوا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ٹھیک ورنہ جسے میں چاہوں۔ اور میں نے سوچ لیا ہوا ہے۔'' اس نے سکون کہا

''کیا سوچا؟'' اس نے بھی اسی سکون سے پوچھا

''میں تجھے اس مقصد کے لئے چنتا ہوں۔'' یہ کہہ کر ویر سنگھ نے اس کے چہرے پر دیکھا۔ جسپال مسکرادیا اور کسی جذبے کے بغیر بولا

''نہیں ویر سنگھ جی، میں نہیں۔ علاقے کا کوئی بھی جوان.....''

''یہ چناؤ میں نے تم پر چھوڑا۔'' ویر سنگھ نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے کہہ دی تو جسپال نے کہا

''تو ٹھیک ہے، میں انوجیت سنگھ کا نام دیتا ہوں۔''

''مجھے یہ پوری طرح احساس تھا کہ تم ایسے ہی کرو گے۔ میں اس نام پر پہلے ہی لوگوں کا اتفاق لے چکا ہوں۔ الیکشن سے پہلے ہی ہم اسے یہ ذمہ داری دے دیں گے۔'' ویر سنگھ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا پھر اسی حوالے سے باتیں ہوتی رہیں۔ وہ دوپہر کے بعد وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ وہ گھر نہیں گئے بلکہ ادگی میں پہلے بلبیر سنگھ پینچ کے گھر گئے، پھر اسے ساتھ لے کر گاؤں کے لوگوں سے ملتے اور ایک حسرت زدہ نگاہ اپنی برباد حویلی پر ڈال کر وہ شام تک واپس گھر آگئے۔

گہری شام اتر آئی تھی۔ جسپال کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اڑے اور فضاؤں میں پھیل جائے۔ وہ اپنی اس کیفیت کو نہیں سمجھ پایا تھا۔ وہ کافی دیر تک اسی طرح اپنے احساس میں کھویا رہا تبھی اس کا من چاہا کہ وہ جمال کو فون کرے۔ اس نے فون نکال کر نمبر ملائے۔ چند لمحوں بعد رابطہ ہوگیا۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد جمال نے کہا

''اروند نے مجھے کچھ نام دیئے ہیں۔ یہ وہ شدت پسند ہندو ہیں، جو ہندوؤں کے علاوہ بھارت میں کسی کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں اور

ملک میں ہندو حکومت چاہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ جوان کی طاقت ہیں۔ ختم کرنا ہے انہیں۔''

''ابھی جانا ہے؟'' اس نے پوچھا

''نہیں ابھی کچھ دیر بعد تجھے اروند سنگھ پوری تفصیل بتائے گا۔ پھر شاید تجھے کسی بھی طرف نکلنا پڑے۔'' جمال نے کہا

''ٹھیک ہے میں انتظار کر رہا ہوں۔'' اس نے کہا اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد فون بند کر دیا گیا۔

اس وقت ڈنر لے کر چائے پی رہے تھے، جب اروند سنگھ کا فون آ گیا۔ جسپال نے اس کی کال سنی تو وہ اسے تفصیل بتانے لگا۔ اروند نے اسے میل بھی کر دی تھی۔ جسپال کے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔

☆.....☆.....☆

رات کا گہرا اندھیرا ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ اکبر، جنید اور میں لاہور سے شمال کی جانب نکل رہے تھے۔ ہمارے پاس فوروہیل جیپ تھی جس میں ہر طرح کا اسلحہ رکھا ہوا تھا میں نے نکلنے سے پہلے سارے بندوبست کر لئے تھے۔ ہمارا رخ کوٹ بہادر پور کی طرف تھا۔ راوی پل تک ٹریفک کے رش کی وجہ سے جیپ آہستہ رکھنا پڑی، پھر رفتار تیز کر دی۔

ہمیں چوہدری الطاف گجر کے ڈیرے تک جانا تھا۔ وہ سابق رکن اسمبلی تھا، اور نئے الیکشن میں رکن اسمبلی بن جانے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔ اس کے لئے جو بھی ذریعہ ملا اسے استعمال کرنے کی فکر میں تھا۔ وہ جاگیردار ہونے کے ساتھ ساتھ فیکٹری آنر بھی تھا۔ اس کا بھائی اس کے کاروبار کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ جن دنوں وہ رکن اسمبلی تھا، ان دنوں دولت کمانے اسے بہت ساری آفرز ہوئیں تھیں۔ جن میں ایک آفر اسے بھارت سے بھی تھی۔ یہ آفر لاہور ہی کی ایک قحبہ خانہ چلانے والی عورت میڈیم زرینہ کے توسط سے ہوئی تھی اور بعد میں الطاف گجر کو اسی نے ان لوگوں سے ملوایا تھا۔ وہ چند لوگ ایک مافیا کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں کے جہاں اور دوسرے مقصد تھے، وہاں حکومتی رسائی رکھنے والے لوگوں کا اپنی ساتھ ملاتے تھے۔ کاروباری وسعت میں مدد اور غیر ملکوں تک رسائی دیتے تھے اور ان سے اپنا مقصد نکالتے تھے۔ بظاہر وہ بھی کاروباری لوگ تھے لیکن دراصل وہ ''را'' کے وہ ایجنٹ تھے، جو انتہائی خطرناک تھے اور ہر طرح کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے زمین تیار کرتے تھے۔ جیسے ہی الطاف گجر ان سے جڑا، اس کا کاروبار وسعت اختیار کر گیا۔ دولت اس پر برسنے لگی اور غیر ملکی دورے بڑھ گئے۔ اگلے الیکشن میں وہ ہار گیا۔ اب آنے والے الیکشن میں وہی لوگ اس کی بھرپور حمایت کر رہے تھے۔ دولت پانی کی طرح بہائی جا رہی تھی۔ اس بار وہ ایسا گھوڑا تیار کر رہے تھے، جس پر وہ پوری طرح سواری کر کے اپنی منزل حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ اس چین میں شامل ہو گیا تھا، جس کے آخر میں یہودی تھے۔

وہ ایک انتہائی خطرناک پلان تیار کر چکے تھے۔ انہوں نے رکن اسمبلی بنوانے کے عوض اسے منسٹر بنوانا تھا، اسی وعدے پر وہ اپنے کافی سارے بندے پاکستان میں پھیلا رہے تھے۔ وہ لوگ بھارت سے آتے، کچھ عرصہ یہاں اس کے پاس رکتے، دستاویزات بنواتے اور لاہور اور اس کے گردونواح میں پھیل جاتے۔ وہ جو بھی کرنا چاہتے تھے وہ میرے وطن کے لئے کسی طور بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا تھا۔ الطاف گجر دولت کمانے کے ساتھ طاقت حاصل کر رہا تھا۔ میرے وطن کے لئے زہر رکھنے والا سانپ کسی بھی وقت عفریت بن سکتا تھا۔ میں نے یہی سوچا، وقت ضائع کرنے کا کوئی

فائدہ نہیں۔ سیدھے اسے اٹھاتے ہیں، بعد میں دیکھا جائے گا جو ہوگا۔ میں سوچا، فیصلہ کیا اور چل پڑے۔ راوی پل سے ہمارا رخ شیخوپورہ کی طرف ہوگیا۔ میرے فون پر راستہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ہمارے درمیان خاموشی تھی۔

میں نے شام سے پہلے ہی ایک بندہ اس گاؤں میں بھیج دیا تھا۔ ہمارا اور اس کا وہاں پہنچنے کا دورانیہ تین گھنٹے کا تھا۔ وہ بھکاری کے روپ میں کوٹ بہادر کے اس گاؤں میں پھر چکا تھا، جہاں الطاف گجر کی آبائی حویلی اور گاؤں سے ذرا فاصلے پر اس کا ڈیرہ تھا۔ اس نے فون پر مجھے پوری تفصیل بتادی تھی کہ وہ علاقہ کیسا ہے اور وہاں کی زمینی صورت حال کیا ہے۔ میرا ہمیشہ سے ہی یہ وطیرہ رہا تھا کہ میں پہلے نکلنے کا راستہ تلاش کرتا ہوں۔ وہ میں نے اس سے پوچھ لیا تھا۔ وہ کوئی ترنوالا نہیں تھا کہ جاتے ہی اسے ختم کیا جا سکتا تھا۔ وہاں موجود بندے نے یہ اطلاع دی تھی کہ اس کے ڈیرے پر کئی طرح کے لوگ ہیں، جو شکل ہی سے بدمعاش لگتے ہیں۔

میں کوٹ بہادر کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ میں اس بندے سے رابطہ کیا۔ اور صورت حال کے بارے میں پوچھا

''ابھی تک میں نے الطاف گجر کو نہیں دیکھا اور یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ یہاں ہے کہ نہیں۔ میں نے اب تک ڈیرے پر دو چکر لگا چکا ہوں۔'' اس نے بتایا تو میں نے اروند کو فون کیا۔

''اس کے فون کی لوکیشن تو یہی بتا رہی ہے کہ وہ اپنے گاؤں ہی میں ہے۔ وہ وہیں ہوگا۔'' اس نے پورے یقین سے کہا

جیپ اکبر ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں اسے گاؤں کا ایک چکر لگانے کا کہا۔ ہم مین روڈ سے اتر کر کوٹ بہادر کی طرف چل پڑے۔ اس گاؤں کی لوکیشن اس طرح تھی کہ اس کے دو طرف راستہ جاتا تھا، ایک وہ جس پر ہم تھے، دوسرا گاؤں سے باہر سیدھا نکل جاتا تھا اور تیسرا گاؤں کے درمیان سے ہوکر بائیں جانب نکل جاتا تھا، جو دوسرے گاؤں سے ہوکر پھر مین روڈ پر جا چڑھتا تھا۔ ہم گاؤں میں چلے گئے۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ میں نے کیسے بات کرنے ہے۔ میں اکبر سے کہا کہ وہ سیدھا ڈیرے کی بجائے اس کی حویلی چلے۔

گاؤں میں بجلی کی روشنی تھی۔ لیکن بہت کم جگمگاہٹ کی وجہ سے ملجگا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ گاؤں کے درمیان چوک میں ایک بڑا سارا مکان تھا۔ جس کے درمیان ایک دو منزلہ مکان تھا۔ اس کے اطراف میں کافی جگہ ہونے کے باعث ایک طرف ٹریکٹر، گاڑیاں اور زرعی مشینیں کھڑی تھیں۔ دوسری طرف ایک بڑا سارا ڈیرہ تھا لیکن اب وہ کھلا نہیں ہوا تھا۔ بلاشبہ پرانے وقتوں میں یہی ڈیرہ استعمال ہوتا تھا۔

گاؤں میں اجنبی گاڑی دیکھ کر بہت سارے لوگ متوجہ ہوگئے تھے۔ جیسے ہی اس کی حویلی کے سامنے جیپ رکی، میں نے الطاف گجر کو فون کیا۔

''ہیلو، کون بات کر رہا ہے۔'' اس نے کہا

''میں فرحان علی باجوہ بات کر رہا ہوں اور آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کافی حد تک رعب سے کہا

''کون فرحان علی، اپنا تعارف کرائیں۔'' اس نے کہا

''میں آپ کی حویلی کے باہر کھڑا ہوں، آپ سے ملنا چاہتا ہوں، مل کر پورا تعارف کرا دیتا ہوں۔'' میں نے اسی لہجے میں کہا

''باہر کھڑے ہیں، مطلب، مجھ سے پوچھے بغیر کہ میں گاؤں میں ہوں بھی یا نہیں۔'' اس نے محتاط ہوتے ہوئے کہا

''مجھے معلوم ہے کہ آپ کہاں ہے، اسی لئے سیدھا ادھر آ گیا، ڈیرے پر نہیں گیا۔'' میں نے کہا

''تو آپ چلو ڈیرے پر، میں وہیں آتا ہوں۔'' اس نے کہا میں نے قدرے غصے میں کہا

''لیکن میں آپ سے یہیں بات کرنا چاہتا ہوں، بات کرنی ہے یا میں جاؤں۔'' میں نے رعب سے کہا

'' ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ اگلے چند منٹ میں ایک لمبا تڑنگا شخص اندر سے برآمد ہوا۔ اس کے ساتھ دو تین اور آدمی تھے۔ تب تک میں جیپ سے باہر آ چکا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے ہاتھ ملایا۔ اسی دوران ایک بندہ واپس چلا گیا۔ وہ لمبا شخص مجھے لیتا ہوا اندر کی جانب چل پڑا۔ اس گھر والے ڈیرے کا راستہ اندر سے تھا۔ وہاں صحن میں کافی ساری کرسیاں پڑی ہوئیں تھیں۔ جن پر دو لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جدید گنیں تھیں۔ ایک طرف بڑی ساری چارپائی تھی۔

''آئیں بیٹھیں، چوہدری صاحب ابھی آتے ہیں۔'' اسی لمبے شخص نے کہا۔ میں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ یوں ہو گیا جیسے کافی مضطرب ہوں۔ زیادہ وقت نہیں گذرا، ایک لمبے اقد اور فربہ جسم کا ادھیڑ عمر شخص اندرونی کمرے سے برآمد ہوا۔ اس نے سفید شلوار قمیص پر نیوی بلیو ویسٹ کوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ بڑی آہستہ سے چلتا ہوا آیا۔ اس نے یوں میری طرف دیکھا جیسا میں کوئی حقیر کیڑا مکوڑا ہوں اور پھر آدھا سا ہاتھ ملاتے ہوئے طنزیہ سے بولا

''ہاں جی فرحان علی جی، کون ہیں آپ، کرائیں تعارف۔''

''میرا تعارف یہ ہے کہ مجھے اشوک کانت نامی ایک بندے نے آپ کے بارے میں بتایا ہے جو تقریباً چھ ماہ یہاں اس گاؤں میں رہا، پھر لاہور میں آپ کی فیکٹری میں کام کرتا رہا اور پھر ہمیں مل گیا۔'' میں نے اس سے بھی زیادہ طنزیہ لہجے میں کہا تو وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر ایک دم سے مسکراتے ہوئے اپنے لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا

''ارے۔ ہمارے اس گاؤں میں کوئی ہندو بھی رہتا رہا ہے، مجھے پتہ نہیں۔ خیر تم نے مجھے یہی بتانا تھا؟'' اس نے آخری لفظ بڑی تضحیک سے کہے

''کیا اتنا کافی نہیں ہے۔'' میں نے پوچھا

''ہاں تمہاری موت کے لئے اتنا بھی کافی ہو سکتا ہے۔ اب تم بتاؤ کون ہو؟'' اس نے غصے میں کہا۔ اسی لمحے اس کے دونوں گارڈ الرٹ ہو گئے۔ انہوں نے اپنی گنیں سیدھی کر لیں۔ وہ لمبا شخص اپنا پسٹل نکال چکا تھا۔ مجھے پوری طرح احساس تھا کہ باہر سب کچھ دیکھا جا رہا ہے۔ میں نے گھوم کر پورا ماحول انہیں دکھا دیا۔ ان کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ میں ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا

''مطلب آپ میرے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔'' میں نے کہا تو وہ ہنستے ہوئے بولا

''جس طرح کا مذاق تم نے کیا ہے، تمہارے جوتے مارے جانے چاہیں۔'' اس نے غصے میں کہا ہی تھا کہ ٹھک ٹھک کی ہلکی سی آوازیں ابھریں اور اس کے ارد گرد کھڑے تینوں گارڈز کی چیخیں بلند کرتے ہوئے ڈھیر ہوتے چلے گئے۔ ان کی پوری توجہ میری طرف تھی۔ ان کے گمان

میں بھی نہیں تھا کہ کوئی باہر کی دو یوار پر چڑھ کر اتنی تیزی سے اس کے بندے پھڑکا دے گا۔ الطاف گجر نے چھ فٹ سے زیادہ دیوار پر کھڑے جنید کو دیکھا، جس کے ہاتھ میں سائیلنسر والا آٹو میٹک پسٹل تھا جو مسلسل اس کے بندوں کے بدن میں سیسہ اتار رہا تھا۔ اس نے ایک دم اندر جانے کے لئے قدم بڑھائے ہی تھے کہ میں نے آگے بڑھ کر اسے گردن سے پکڑ لیا۔ پھر پوری قوت سے اس کی آنکھوں کے درمیان پنچ مارا۔ وہ چند لمحوں کے لئے اندھا ہو گیا۔ میں نے اسے گھسیٹا اور باہر کی جانب لے کر بڑھا۔ میں گلی میں آیا تو دو بندے حویلی میں سے نکلے۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی فائر کرتے، جنید نے ان پر فائر کر دیا۔ اکبر جیپ کا دروازہ کھول چکا تھا۔ میں نے اسے اندر دھکیلا اور خود بیٹھ گیا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ میں نے اس کے سر پر زور سے ہاتھ مارا وہ بدحواس ہو گیا۔ تب تک جنید آ گیا۔ اس نے آتے ہی پسٹل کا دستہ اس کے سر پر مارا۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اکبر نے تک تک جیپ بڑھا دی تھی۔ وہ بندہ گاؤں سے نکل کر باہر والے راستے پر تھا۔ وہ مسلسل رابطے میں تھا۔ وہاں ابھی تک کچھ پتہ نہیں تھا۔ اکبر نے جیپ ادھر بڑھا دی۔ راستے میں اسے اٹھایا اور ہم تیزی سے مین روڈ جانب بڑھ گئے۔

''اصل خطرہ اب ہو گا سر جی۔'' اس بندے نے بتایا

''کیسا خطرہ؟'' جنید نے پوچھا

''یہ سارا علاقہ اس کے بندوں سے بھرا پڑا ہے۔ سیل فون سے چند منٹوں میں یہ خبر پورے علاقے میں پھیل جائے گی۔ ہمارا نکلنا.....'' وہ کہہ رہا تھا کہ سامنے دائیں طرف سے دو کاریں بھاگتی ہوئیں مین روڈ کی طرف آ رہی تھیں۔ ان سے کچھ فاصلے پر مزید گاڑیاں بھی تھیں۔ ہمارے روڈ تک پہنچنے سے پہلے وہ روڈ تک پہنچ جاتی تو وہ ہمارا راستہ روک سکتی تھیں۔

''جنید، گجر کو سنبھالو، میں کار والوں کو دیکھتا ہوں، اکبر جیپ نہیں روکنی، ان میں مار دو بے شک۔'' میں نے کہا اور کھلے ہوئے سن روف میں لانچر لے کر اٹھ گیا۔ میں یونہی ان پر فائر نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ یہ تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ وہ واقعی ہمارا راستہ روکنے کے لئے آئے ہیں یا اس معاملے سے متعلق ہیں ہی نہیں۔ زیادہ وقت نہیں گذرا تھا۔ وہ کاریں کچھ فاصلے پر سڑک کے بالکل درمیان میں رک گئیں۔ انہوں نے راستہ روک لیا تھا۔ اگر ہم سائیڈ سے بھی ہٹ کر جاتے تو رفتار بہر حال کم کرنا پڑتی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ہمارا راستہ روکنا چاہتے تھے۔ میں نے نشانہ لیا اور لانچر داغ دیا۔ اگلی ہی لمحے ایک دھماکا ہوا اور وہ کاریں کئی فٹ اچھلیں۔ اس کے فوراً بعد دو دھماکے ہوئے۔ اور وہ کاریں پھٹ گئیں۔ اس وقت تک ہم ان کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اکبر کو رفتار بالکل آہستہ کرنا پڑی۔ اس نے سائیڈ سے جیپ نکالی اور پھر اسی طرح آگے تیز رفتاری سے بڑھنے لگا۔

اس وقت ہم مین روڈ پر چڑھ آئے تھے۔ مجھے پورا یقین تھا کہ مین روڈ پر ہمارے لئے ناکے لگ جائیں گے۔ اسی لئے میں الطاف گجر کا بندوبست وہیں کیا ہوا تھا۔ شیخوپورہ سے پہلے ہی دائیں جانب سڑک کنارے ایک کارخانہ تھا۔ اس کا مالک اگرچہ لاہور میں رہتا تھا، لیکن ہمارے لئے وہاں آیا ہوا تھا۔ اس نے اپنی رہائش کے لئے وہیں ایک شاندار سیٹ اپ بنایا ہوا تھا۔ ظاہر ہے یہ ان لوگوں کی عیاشیوں اور خفیہ معاملات کے لئے ہوتے ہیں۔ وہاں ملازمین بھی ان کے اعتماد کے لوگ رکھے ہوئے تھے۔ میرا فون پر رابطہ ہو چکا تھا۔ وہ میرے انتظار میں تھا۔ ہم اس طرف جا پہنچے جہاں اس نے الگ کوٹھی بنائی ہوئی تھی۔ وہاں ہر طرف ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ ہم نے الطاف گجر کو نکالا اور اندر لے گئے۔ وہ ابھی تک بے ہوش

تھا۔تہہ خانے میں آمنے سامنے چار کمرے تھے۔ان کے درمیان ایک راہداری تھی۔اندر کمروں میں قالین بچھے ہوئے تھے اور دیواروں کے ساتھ گاؤ تکیئے لگے ہوئے تھے۔ایک کمرے میں اسے لے جا پھینکا۔اکبر اور جنید وہیں ٹھہر گئے۔میں وہاں سے باہر جاتے ہوئے کہا

''جیسے ہی اسے ہوش آ جائے مجھے بتانا۔''

انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔میں اوپر آ گیا۔جیپ پورچ سے ہٹا دی گئی تھی۔

میں ڈرائنگ روم میں آن بیٹھا اور فہیم سے رابطہ کیا۔

''وہاں چھ بندے سڑک پر مارے گئے ہیں اور تین گاؤں میں، پولیس کو مصیبت پڑ گئی ہے۔''فہیم نے پوری تفصیل بتانے کے بعد کہا

''بات آئی جی تک پہنچی ہے کہ نہیں؟''میں نے پوچھا

''پہنچ گئی ہے؟''

''اوکے، میں دوبارہ رابطہ کرتا ہوں۔''میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔میرا میزبان میرے سامنے نہیں آ رہا تھا۔اس کی وجہ مجھے سمجھ آ رہی تھی ۔وہ میرا سامنا کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔میں نے بھی اسے ڈسٹرب نہیں کیا۔مجھے کچھ دوسرے لوگوں سے بھی رابطہ کرنا تھا، میں نے ان سے بات کی۔ میں ابھی اسی میں مصروف تھا کہ اکبر نے مجھے کال کی کہ اسے ہوش آ گیا ہے۔میں وہاں سے اٹھا اور تہہ خانے میں چلا گیا۔

الطاف گجر آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا۔میں اس کے سامنے گاؤ تکیئے کے سہارے بیٹھا اس کی جانب مسلسل دیکھ رہا تھا۔تبھی وہ سہمی ہوئی آواز میں بولا

''کون ہو تم؟''

''اپنے گھر میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے، تم تو کتے سی بھی کم نکلے ہو، یہاں تمہاری ہوا ہی نکل گئی ہے۔''میں سرد سے لہجے میں کہا

''میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔''اس نے اسی طرح ڈرے ہوئے انداز میں کہا

''یہی بات تم اپنے گھر میں بھی کر سکتے تھے، تین بندے گھر میں مروا کر، بارہ بندے سڑک پر مارے گئے، کیا فائدہ ہوا، تم اب ہماری قید میں ہو۔''

''پندرہ بندے مارے گئے؟''وہ یوں بولا جیسے ابھی بے ہوش ہو جائے گا۔

''سڑک پر تو وہی مرے ہوں گے نا، جو تیرے ڈیرے کتوں کی طرح پڑے رہتے ہیں اور تیرے گندے عزائم میں تیری مدد کرتے تھے، مالک کی وفاداری میں آئے اور مارے گئے۔ سچ بتانا، ان میں کتنے بھارتی تھے اور کتنے یہاں کے مقامی۔''میں نے پوچھا تو وہ میری جانب یوں دیکھنے لگا جیسے اس میں خون ہی نہ رہا ہو۔

''کک.....کون ہو تم؟''

''وقت ضائع نہ کرو، اگر زندگی چاہتے ہو تو، جو میں پوچھو بتاتے جانا، ورنہ تم موت مانگو گے وہ نہیں ملے گی۔''

''تم خفیہ والے ہو یا.....'' اس نے کہنا چاہا تو مجھے ایک دم سے غصہ آ گیا

''میں چاہے تمہارے باپ ہوں۔ میں نے جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔''

''ہاں، ان میں چند لوگ ہیں جو بھارتی ہیں۔''

''کتنے لوگ پاکستان میں پھیلا چکے ہو؟'' میں نے پوچھا تو وہ سوچتے ہوئے بولا

''یہی کوئی، تیس چالیس تو ہوں گے اب تک۔''

''تجھ جیسے بے غیرت کو یہ سمجھانا بہت مشکل ہے کہ یہ اپنی ہی قوم کے خلاف کتنا بڑا جرم ہے۔ وہ یہاں ہمارے اچھے کے لئے تو نہیں آئے ۔خیر۔! پوری تفصیل چاہئے مجھے ان بندوں کی، کون کون اس میں ملوث ہے۔ تعاون کرو گے تو تیری بیوی بچے بچ جائیں گے، میں تجھے بھی کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن اگر ذرا سی بھی بے غیرتی کی تو اس زمیں سے تیری نسل ختم ہو جائے گی۔'' یہ کہہ کر میں اٹھا اور باہر نکل گیا۔ جنید اور اکبر سمجھ چکت تھے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ میں اوپر آیا تو میرا میزبان مضطرب سا ڈرائینگ روم میں ٹہل رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی سیدھا ہو گیا۔

''یہ اس وقت تک یہاں رہے گا، جب تک اس سے پوری معلومات نہیں مل جاتیں۔ زیادہ سے زیادہ آج رات یا کل کا دن۔ آؤ مجھے چھوڑ دو۔'' میں نے کہا تو وہ ہچکچاتے ہوئے بولا

''اگر آپ کہیں تو میں اِدھر ہی رہتا ہوں۔ کسی وقت بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ میں ڈرائیور کو بھیج دیتا ہوں یا آپ خود میری کار لے جائیں۔''

''چابی کہاں ہے؟'' میں نے ہاتھ بڑھایا تو اس نے فوراً جیب سے چابی نکالی اور میری طرف بڑھا دی۔ میں چابی لے کر باہر آ گیا۔ پورچ میں اس کی سیوک کھڑی تھی۔ میں اس میں بیٹھا اور لاہور کی طرف نکل گیا۔

رات کافی ہو گئی تھی۔ میں الطاف گجر کو چھوڑ کر واپس آ رہا تھا، اس وقت میں راوی پل سے کافی پیچھے تھا کہ کرنل سرفراز کا فون آ گیا۔ حال احوال کے بعد انہوں نے خوشی کا اظہار کیا کہ میں ایک بڑی کامیابی کی طرف بڑھ گیا ہوں۔ کافی عرصے سے گینگ مل نہیں رہا تھا۔

''پتہ نہیں کتنے بندے اس نے ملک میں پھیلا دیئے ہیں۔'' میں نے کہا

''وقت لگے گا لیکن وہ مل جائیں گے، خیر تم روای پل پر پہنچو گے تو اس سے پہلے ہی ایک سرخ ہنڈا ملے گی۔ اس میں ایک لڑکا ہے طارق نذیر، وہ تجھے ملے، باقی ساری بات وہ بتا دے گا۔ غیر معمولی اعتماد کا لڑکا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے مختصر جواب دیا

''میں تم سے بعد میں بات کروں گا، ممکن ہوا تو تجھے ملنے آؤں گا۔ اپنا بہت خیال رکھنا۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔ ان کا فون بند ہوتے ہی فون پر کال آ گئی۔

''میں طارق نذیر بات کر رہا ہوں اور آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''میں پانچ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔'' میں کہا اور فون بند کر دیا۔

راوی پل سے پہلے ہی سڑک کنارے سرخ ہنڈا کھڑی تھی۔ ایک لڑکا اس کا ٹائر بدل رہا تھا، جبکہ سوٹ میں ملبوس ایک وجیہ اور لمبے قد کا لڑکا پاس کھڑا تھا۔ عام لوگوں یہی دیکھ سکتے تھے کہ کار کا ٹائر بدلا جا رہا ہے۔ وہ نظر انداز کر کے آگے گذر رہے تھے۔ میں اس کے پاس جا کر رک گیا۔ لمبے قد والے مجھے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بنا کچھ کہے میرے ساتھ پسنجر سیٹ پر آن بیٹھا۔ وہ طارق نذیر تھا۔ پل پار کرنے تک وہ اپنے بارے میں بتا چکا تھا۔

''یہ کافی بڑا اور مضبوط گینگ ہے سر جی، میں پچھلے ماہ سے اس پر کام کر رہا تھا۔ لیکن کوئی ایسا ثبوت نہیں تھا جس کے بل بوتے پر میں کوئی کاروائی کر سکتا یا آگے بڑھ سکتا۔'' اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا

''ان کی طرف توجہ کیسے گئی؟'' میں نے پوچھا

''یہ اطلاع تو تھی کہ سرحد پار سے لوگ آئے ہیں، ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی، لیکن وہ کہاں کھپ جاتے ہیں، اس کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ ایک ماہ پہلے سیکٹریٹری سطح کے بندے نے ایک نجی محفل میں لطاف گجر سے کافی بڑی رقم کا مطالبہ کیا۔ اس معاملے کو لے کر ان میں کچھ تو تکار بھی ہو گئی۔ محفل میں تو بات آئی گئی ہو گئی لیکن اگلی صبح وہ سیکریٹری اپنے ہی گھر میں مردہ پایا گیا۔ اس قتل کی تفتیش میں نہ صرف ناکامی ہوئی بلکہ الطاف گجر کے بارے میں کوئی بارے میں کوئی ثبوت ہاتھ نہیں آیا۔ سیکریٹری کے ایک دوست نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ رقم کا مطالبہ کسی لمبے ہی دو نمبر دھندے کی وجہ سے تھا۔ تب سے میں کوشش کر رہا تھا۔ مگر ہاتھ نہ ڈال سکا۔''

''یہ پتہ چلا تھا کہ بھارت سے آنے والے بندے آگے بھیج رہا تھا؟'' میں نے پوچھا

''یہی تو ان دنوں میں مجھے پتہ چلا تھا۔ قتل والا معاملہ تو پیچھے رہ گیا، میں اس کی چھان بین میں لگ گیا۔'' اس نے تیزی سے کہا

''اب سب کچھ پتہ چل جائے گا۔'' یہ کہہ کر میں اس سمجھانے لگا کہ اب کرنا کیا ہے۔ وہ سنتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم ایک اوپن ائیر ریستوران کے پاس پہنچ گئے۔ کھانا کھانے تک میں نے اسے سمجھا دیا۔ پارکنگ میں اس کی کار آ چکی تھی۔ وہ اس طرف بڑھ گیا اور اپنی کار کی طرف۔ ہماری درمیان اب فون پر ہی رابطہ ہونا تھا۔ کھیل اب شروع ہوا تھا۔

☆.....☆.....☆

جسپال کے ساتھ پانچ لوگ تھے۔ وہ فوروہیل میں تقریباً چار گھنٹے کا سفر کر کے جالندھر سے کھیتل شہر کے قریب پہنچے تھے۔ اس وقت صبح کے پانچ سے اوپر کا وقت ہو چکا تھا، جب وہ شہر سے باہر ہی ایک ڈھابے پر رُکے۔ وہاں پہلے ہی ان کے لئے دو لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ تمام راستے وہ ان سے رابطے میں رہے تھے۔ گاڑی رکتے ہی وہ انہیں پہچان گئے۔ وہ لوگ کیھتل شہر ہی کے تھے اور ایک نیٹ ورک کے ساتھ جڑے ہوئے تھے جو انہیں ہر طرح سے نواز رہا تھا۔ ان کا تعلق کہیں جا کر کینیڈا میں تھا۔ ایک طرح سے وہ بھی سکھ دھرم ہی کے لئے اپنی جان وارے بیٹھے تھے۔ وہ بھی منہ ہاتھ دھونے لگے۔ ایک ان میں سے مہمانوں کی خدمت میں لگ گیا، دوسرا جسپال کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گیا تو جسپال نے پوچھا

''سنا مال تیار ہے یا ابھی کچھ وقت لگے گا؟''

''وہ تو تیار ہے، لیکن آپ نے ڈلیوری کہاں لینی ہے؟'' اس نے اسی انداز میں جواب دیا

''کیا مطلب، وہ تم لوگ جیسا چاہو۔'' جسپال نے خوشگوار لہجے میں کہا

''نہیں، جہاں آپ ڈلیوری لیں گے، اسی مطابق پھر سارا مال تیار ہوگا۔ ظاہر ہے گودام بھی تو چاہئے ہوگا مال رکھنے کے لئے۔'' سامنے بیٹھا شخص کافی سمجھدار تھا

''ڈلیوری کہاں لی جاسکتی ہے؟'' جسپال نے اس کی بات پر سوچتے ہوئے پوچھا

''ایک تو بالکل وہیں، جہاں مال پڑا ہے، دوسرا جہاں شوروم ہے۔ یہ فیصلہ کرنا ہوگا، ابھی ہمارے پاس کم از کم تین گھنٹے ہیں۔ یہی وقت ہے جب مال کارخانے سے شوروم جاتا ہے۔'' اس بندے نے جواب دیا

''کیا خیال ہے، شوروم پر تو کافی رش ہوگا، چاہت صبح کا وقت، کارخانہ ٹھیک رہے گا۔'' جسپال نے صلاح دی

''چلیں، یہ آپ کی مرضی، مال چونکہ خراب ہونے کا ڈر ہے اس لئے جلد از جلد اسے گودام تک لے جانا ہوگا۔ وہ بھی شہر کے باہر۔'' اس بندے نے کہا

''چلو ٹھیک ہے۔'' جسپال نے ڈن کرتے ہوئے کہا اور اس بندے کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

جلد ہی وہ سارے آکر بیٹھ گئے۔ ان کے لئے گرم گرم پراٹھے اترنے لگے تھے۔ کھانے کے لئے میز بھر گیا تھا۔ وہ کھانے لگے۔

ارجن کھتری، کیھتل شہر کا مشہور کاروباری اور سیاست دان تھا۔ وہ سیاست کے میدان میں کبھی سامنے نہیں آیا تھا، لیکن اسی میدان کا سب سے گھاگ کھلاڑی وہی تھا۔ پورے علاقے کی خبر اس کے پاس ہوتی تھی۔ دیکھنے اور سمجھنے والی یہی سمجھتے تھے کہ اس کی سیاست بس شہر تک محدود ہے۔ وہ وہی کام کرتا ہے جس سے اس کے کاروبار کو کسی نہ کسی حوالے سے فائدہ ہوتا ہو۔ لیکن وہ اس سے بھی آگے کا کھلاڑی تھا۔ وہ فقط شہر ہی کی سیاست پر نہیں خالص ہندو حکومت قائم کرنے کی جدوجہد کرنے والوں میں چند لوگوں میں سے ایک تھا۔ سمجھوتہ ایکسپریس میں جو بم دھماکا ہوا تھا، اس میں وہ اس نے پوری طرح معاونت کی تھی، یہی اس کی آنکھیں اور کان تھا۔

ممبئی حملوں کے بعد پاکستان کے لئے جو الزام تراشی کرنی تھی اس میں اس کا ایک اہم کردار یہ بھی تھا۔ دولت کے انبار اس کے پاس جمع تھے اور اسی طرح وہ آگے خرچ بھی کر رہا تھا۔ جو صرف اور صرف ''ہندو راشٹریہ'' کے لئے مخصوص تھا۔ یہودیوں نے نہ صرف ان کے مقصد میں انہیں کامیابی کے لئے مدد دینے کا بھرپور وعدہ کیا تھا بلکہ ان کی تجارت کو بھی عالمی سطح پر لے جانے کی بھی معاونت کی تھی۔ اس نے حکومت میں موجود ایم ایل ایز پر سرمایہ کاری کر رہا تھا کہ وہ انہی کی بات کریں۔ بھارت میں یہودیوں کے پیر جمانے میں اس کی سب سے زیادہ مدد شامل تھی۔ جسپال اس کی سرکوبی کے لئے وہاں پہنچ چکا تھا۔ اروند سنگھ نے اسے ساری معلومات دے دیں تھیں۔

سورج اُگنے کی ملگجی روشنی پھیل چکی تھی۔ سردی کا احساس کافی حد تک زیادہ ہوگیا ہوا تھا، جس کی وجہ سے بہت کم لوگ سڑکوں پر تھے۔ بلکی

ہلکی دھند تھی۔ زیادہ تر وہی لوگ تھے جو اپنے کام کاج کے لئے آجا رہے تھے۔ وہ کم رفتار سے آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے تھے، وہ انہیں فالو کر رہے تھے، جو ڈھابے سے ان کی راہ نمائی کرتے ہوئے موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔ ارجن کھتری کیپٹل انبالہ روڈ پر موجود سیکٹر ۲۰ کے ایک گھر میں اپنے خاندان کے ساتھ رہتا تھا۔ جسے انہوں نے وہ جگہ بتائی تھی جہاں مال پڑا تھا، جبکہ اس کا کاروبار پرانے شہر میں تھا جسے وہ شوروم کہہ رہے تھے۔ وہ کیپٹل انبالہ روڈ پر آ گئے۔ جہاں سے دائیں طرف سیکٹر ۲۰ کو راستہ جاتا تھا، وہ پہلی ہی سڑک پر مڑ گئے۔ پھر مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے وہ دو منزلہ کوٹھی کے سامنے جا رکے۔ موٹر سائیکل والے آگے نکل گئے۔ گھر کے سامنے دو سیکورٹی والے کھڑے تھے۔ جیپ رُکتے ہی وہ الرٹ ہو گئے۔ ان کے ساتھ میں جیپ میں سے ایک بندہ نکلا اور اس نے جا سیکورٹی والوں سے کہا

''ہمیں فوری طور پر ارجن کھتری جی سے ملنا ہے، ہم فون کر رہے ہیں وہ فون ریسیو نہیں کر رہے ہیں۔''

''وہ اس وقت سو رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھ جائیں گے تب اگر ان کی اجازت ہو گی تو مل لینا۔'' سیکورٹی والوں نے خشک سے لہجے میں جواب دیا

''ہمیں بھی پتہ ہے کہ وہ اس وقت آرام کر رہے ہوں گے لیکن ان سے ملنا بہت ضروری ہے، اسی وقت، انہیں صرف اتنا بتا دو کہ رامیش پانڈے جی کا پیغام ہے۔ ہم سے نہ ملیں، صرف فون پر بات سن لیں۔'' اس نے کچھ ایسے کہا کہ سیکورٹی والا ایک لمحے کے لئے سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے اس بندے کو وہیں رُک جانے کا اشارہ کیا اور اندر کی طرف چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آ کر بولا

''وہ اٹھ گئے ہیں اور اشنان کر رہے ہیں، پاٹھ کرنے کے بعد ہی وہ آپ لوگوں سے مل پائیں گے۔ اس وقت تک انتظار کرنا ہو گا۔'' سیکورٹی والے کے لفظ منہ ہی میں رہ گئے تھے۔ اس نے پسٹل نکالا اور اسے اندر کی جانب دھکیلتا چلا گیا۔ دوسرے نے گن سیدھی کی تو جیپ میں سے فائر ہوا اور اس کی کھوپڑی میں سوراخ کر گیا۔ وہ لڑکھتا ہوا گیٹ میں جا لگا۔ اس کے ساتھ ہی وہ سارے جیپ سے اتر آئے۔ صرف ڈرائیور کی سیٹ پر ایک بندہ بیٹھا رہا۔ وہ چند لمحوں میں گیٹ کے اندر تھے۔ گیٹ پر تالا نہیں تھا۔ انہوں نے گیٹ کھولا اور جیپ اندر لے آنا کا اشارہ کر کے اندر گھس گئے۔

ڈرائنگ روم کے ساتھ والے کمرے میں ایک سجی سنوری عورت کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پوجا کی تھالی پکڑی ہوئی تھی اور وہ اندر کی جانب بڑھ رہی تھی، جیسے ہی اس کی نگاہ جسپال پر پڑی کہ کوئی اجنبی گھر میں گھس کر اس کے سر پر پہنچ گیا ہے تو اس نے لاشعوری طور پر خوف زدہ ہو کے چیخ مارنا چاہی تھی لیکن آواز اس کے حلق میں دب کر رہ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی چلی جا رہی تھی۔ جسپال اس کے قریب گیا اور دھیمے مگر کرخت لہجے میں پوچھا

''کہاں ہے ارجن کھتری؟''

''میں یہاں ہوں۔'' کمرے کے اندر سے آواز آئی تو اس نے گھوم کر دیکھا، سامنے ایک بھاری جثے والا گنجا شخص کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پسٹل تھا۔ اس وقت وہ سفید دھوتی اور کرتے میں تھا۔ کاندھوں پر پیلے رنگ کا کپڑا رکھا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں لکشمی دیوی کی مورتی دھری ہوئی تھی، جس پر تازہ پھولوں کے ہار چڑھائے ہوئے تھے اور سامنے اگر بتیاں سلگ رہی تھیں۔ کمرے میں تیز روشنی تھی۔ جسپال اسے دیکھنے لگا۔

موٹے نین نقش پر انتہائی نفرت پھیلی ہوئی تھی۔

''تم ہو ارجن کھتری؟''جسپال نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو اس کے چہرے پر نفرت بڑھنے سے اس کا چہرہ مسخ ہو گیا۔

''کون ہو تم اور اس طرح میرے گھر میں کیسے داخل ہوئے ہو؟''اس نے لفظ چباتے ہوئے پوچھا

''میں تجھے رامیش پانڈے کے پاس لے جانے کے لئے آیا ہوں، چلو گے میرے ساتھ؟''جسپال نے کہا تو وہ ایک دم سے چونک گیا، پھر اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا

''کیا کہا تم نے، کون ہے یہ رامیش پانڈے؟''

''سارا بھارت جانتا ہے اسے، روز اخبار میں پڑھتے ہو، اس سے باتیں کرتے ہو، اتنا جھوٹ تو نہ بولو سوامی ارجن کھتری جی۔''جسپال نے کہا اور اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا۔ جسپال نے چھلانگ لگائی اور اس پر جا رہا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پسٹل سے فائر ہو گیا۔ ایک دھماکا ہوا جو کمرے میں گونج کر رہ گیا۔ پسٹل اسکے ہوتھ سے نکل گیا تھا، جو اندر آنے والے ایک بندے نے اٹھا لیا۔ وہ دونوں قالین پر گرے ہوئے تھے اور جسپال اس کی پوری طرح سے دھنائی کر رہا تھا۔ دو منٹ میں ارجن کھتری کے منہ سے خون بہنے لگا اور وہ بے حواس ہو گیا۔ جسپال نے اسے گردن سے پکڑا اور باہر لے جاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بولا

''گھر کا ہر فرد باندھ دو، اور جو ذرا بھی گڑ بڑ کرے اسے گولی مار دو۔ یہ سنتے ہی وہ عورت تھر تھر کانپنے لگی۔ جسپال نے ارجن کھتری کو دھکیلا اور باہر کی طرف لے گیا۔ جیپ پورچ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ جسپال نے اسے جیپ میں دھکا دے دیا۔ وہ اندر جا گرا۔ جسپال نے اس کے سر پر پسٹل کا دستہ مارا تو بے ہوش ہوتا چلا گیا۔ یوں جیسے مر گیا ہو۔ باقی لوگوں کو چند منٹ لگے تھے۔ وہ بھی آ گئے تو وہ وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

کیتھل انبالہ روڈ پر انبالہ کی طرف جاتے ہوئے سڑک کے بائیں ہاتھ پر ایک کالج آتا ہے، اس سے ذرا آگے دائیں جانب ہی ایک چھوٹی سڑک نکلتی تھی۔ ان کی راہنمائی کرنے والے موٹر سائیکل والے اسی جانب مڑ گئے۔ انہوں نے جیپ بھی ان کی ساتھ موڑ لی۔ تقریباً دو فرلانگ کے بعد وہ ایک کچے راستے پر مڑے اور سیدھے ایک ڈیرے میں جا گھسے۔ وہ بھی انہی کے پیچھے چلے گئے۔ وہ ویران ڈیرہ تھا، کوئی ذی روح وہاں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ انہوں نے جلدی سے ارجن کھتری کو جیپ سے اتارا اور اسے اندر لے کر ایک کمرے میں فرش پر لٹا دیا۔ ایک بندہ پانی لے آیا۔ وہ اس کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا۔ کچھ دیر بعد ارجن کھتری کو ہوش آ گیا۔ وہ ان کی طرف ہونقوں کی طرح دیکھنے لگا۔ جلد ہی اسے سمجھ آ گئی کہ وہ اغوا ہو چکا ہے۔ تبھی جسپال اس کے قرین فرش پر بیٹھتے ہوئے بولا

''اب تم یہ پوچھو گے کہ تمہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں رامیش پانڈے کا نام سن کر سمجھ جانا چاہئے تھا۔ تمہارا یہ قصور کیا کم ہے کہ تم نے سمجھوتہ ایکسپریس میں بے گناہ لوگوں کی جان لینے کا جرم کیا۔''

یہ سن کر وہ چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر سوچتے ہوئے بولا

''کیا چاہتے ہو؟''

''صرف یہ کہ تمہارے بڑے اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں۔ سکھوں کے بارے جو تم لوگ چاہ رہے، اس خواہش کو اپنے اندر دفن کر لو۔'' جسپال نے سرد لہجے میں کہا

''میں سمجھا نہیں تم کہنا کیا چاہتے ہو۔'' اس نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا

''یہ جو تم لوگوں نے ممبئی میں ڈرامہ کیا ہے نا، اب اس کے ڈانڈے تم لوگ سکھوں اور مسلمانوں سے ملا رہے ہو، جس فون پر باتیں ہوئیں، وہ امریکہ میں کسی کھڑک سنگھ کے ذمے ڈال کر اپنا جرم چھپانا چاہتے ہو۔ اس سے پہلے کہ تم لوگوں کا ڈرامہ کوئی نیا رخ اختیار کرے، بندے بن جاؤ۔'' جسپال نے کہا تو اس کی طرف دیکھنے لگا

''میں اب بھی پوچھتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو؟'' اس نے بے چارگی سے پوچھا

''مجھے معلوم ہے کہ پولیس کتوں کی طرح ہمیں تلاش کرنے پر لگ گئی ہوگی۔ اس لئے وقت کم ہے اور ہمیں نکلنا ہے۔ اپنے آقا سے بات کرواور اسے بتاؤ جو میں نے کہا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے اس کا فون آگے کر دیا۔ ارجن کھتری نے لرزتے ہاتھوں سے فون پکڑا اور اس کے نمبر ملانے لگا۔ کچھ دیر بعد اس کا رابطہ ہو گیا۔ اس نے ساری بات دہرا دی۔ پھر فون جسپال کی طرف بڑھا دیا

''ہاں۔! بولو۔'' اس نے کہا

''اسے چھوڑ دو، تمہارا مطالبہ جو بھی ہے ہم اسے مان رہے ہیں۔''

''تم رامیش پانڈے ہو؟'' اس نے پوچھا

''ہاں۔'' دوسری طرف سے جواب آیا

''تو سن لو، جب تک جگجیت بھربھرے کے قاتل سامنے نہیں آئیں گے، یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ یہ ہماری شروعات ہیں۔ سنو، یہ میں اس کے سر میں سوراخ کرنے لگا ہوں جہاں بے گناہ انسانوں کے بارے نفرت پکتی ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے ارجن کھتری کے سر میں گولی مار دی۔ اس کی چیخ بلند ہوئی۔ جسپال نے سیل فون وہیں پھینکا اور باہر کی جانب چل پڑا۔ وہ سب بھی وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ وہ ارجن کھتری کو تڑپتے ہوئے وہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

☆.....☆.....☆

میں ساری رات فہیم کے ساتھ کنٹرول روم میں رہا تھا۔ وہ ان لوگوں کے فون ٹریس کرتا چلا جا رہا تھا جو کسی طرح بھی الطاف گجر سے متعلق تھے۔ پولیس اور خفیہ اداروں پر حکومتی دباؤ بڑھ گیا تھا۔ دوسری طرف زویا اور رونیت مصروف رہی تھیں۔ وہ رامیش پانڈے کو مرکز بنا کر ان کے ارد گرد لوگوں کو تلاش کرتے چلے جا رہے تھے۔ صبح کا سورج طلوع ہوا تو میرے پاس کافی حد تک معلومات آ چکی تھیں اور مجھے یہ پتہ چل چکا تھا کہ لاہور میں فیضان بٹ ان سارے گینگ کو چلا رہا تھا۔ اس کے بندے یہ معلوم نہیں کر پائے تھے کہ آخر وہ لوگ ہیں کون جنہوں نے اتنا بڑا قدم اٹھا لیا تھا؟

طارق نذیر پولیس ہیڈ سے اس کے گھر پر مل چکا تھا۔ اس نے ہمارے متعلق کوئی بات کئے بغیر پولیس ہیڈ کو بتا دیا کہ یہ معاملہ کیا ہے اور

اسے کس حد تک لے کر جانا ہے۔ پولیس اتنا ہی کام کرے، جتنا اس سے کہا جائے۔ ابھی وہ پولیس ہیڈ کے گھر ہی تھا کہ فیضان بٹ کا فون آ گیا۔ وہ پولیس ہیڈ سے ایک وفد کے ساتھ ملنا چاہتا تھا، اس نے آفس میں آ جانے کا وقت دے دیا۔

جس وقت فیضان بٹ اپنے ساتھ چھ لوگوں کا وفد لے کر پولیس ہیڈ کے آفس میں پہنچا، اس وقت طارق نذیر وہیں موجود تھا۔ فیضان بٹ صرف حکومتی دباؤ کا پتا کھیلتے ہوئے الطاف گجر کو اپنی تاجر برادری کا فرد ظاہر کر کے ہمدردی جتا رہا تھا۔ طارق نذیر مجھے ان کی ساری گفتگو فون پر سنا رہا تھا۔ پولیس ہیڈ نے فوری کارروائی کرنے اور الطاف گجر کو باز یاب کرنے کا وعدہ کر لیا۔ ایسے ہی وقت میں نے فیضان بٹ کو فون کر دیا۔ اجنبی نمبر دیکھ کر اس نے فون بند کر دیا۔ میں نے دوسری بار ملایا تو اس نے فون رسیو کر لیا۔

''ہیلو۔ کون؟''

''میں ہوں جس نے الطاف گجر کو اغوا کیا ہے۔'' میں دھیمے لہجے میں کہا

''تم؟'' اس کی حیرت اس کی آواز سے مجھ تک پہنچی، وہ مزید لفظ نہیں کہہ پایا

''میں جانتا ہوں کہ اس وقت تم کن لوگوں کے ساتھ، کس کے پاس بیٹھے ہو۔ میں تمہیں اتنا بتا دوں تم نے یا کسی نے الطاف کو باز یاب کیا کرنا ہے، میں تجھے اوپر پہنچانے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔'' میں نے غصے میں کہا

''تجھے معلوم نہیں کہ تم کس سے بات کر رہے ہو، میں تمہیں.....'' اس نے کہنا چاہا تو میں نے اس بات کاٹتے ہوئے کہا

''وہ بے بس کیا کر سکتا ہے جو پولیس کی مدد لینے، پولیس کے در پر کسی کتے کی طرح دُم ہلا رہا ہے۔ اگر تم میں اتنی جرات ہوتی کہ تم کچھ کر سکتے ہو تو پولیس کی مدد لینے یہاں نہ بیٹھے ہوتے۔'' میں نے انتہائی طنز سے کہا تا کہ اس کے اندر غصہ بھڑک اٹھے

''میرے سامنے آؤ تو میں تجھے بتاؤں۔'' اس نے انتہائی غصے میں کہا

''میں تمہارے سامنے آتا ہوں یا تجھے اپنے سامنے لے کر آتا ہوں، شام تک فیصلہ ہو جائے گا۔ ابھی صرف اپنی کار کے بارے میں پتہ کر اس کا کیا بنا۔ میں بعد میں فون کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔

کچھ دیر بعد طارق نذیر نے مجھے کال ملا لی۔ اس نے بتایا کہ فون کال کے بعد اس نے کوئی بات نہیں کی اور اپنے لوگوں کے ساتھ تیزی سے باہر نکل گیا۔

''مجھے بتاؤ، تمہارا کوئی سیف ہاؤس ہے، جہاں تم آسانی سے الطاف گجر سے تفتیش کر سکو؟''

''بالکل ہے۔ میں آپ سے یہی کہنے والا تھا۔'' اس نے کہا

''ٹھیک ہے، میں بعد میں بتاتا ہوں کہ وہ تجھے کہاں ملے گا۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا

فیضان بٹ کی کار پولیس ہیڈ کے آفس سے کافی دور ویرانے میں پہنچ چکی تھی۔ اس کا ڈرائیور اسی میں پڑا تھا۔ لڑکوں نے اسے کھول دیا، کار میں بم لگایا اور وہاں سے دوسری گاڑی میں بیٹھ گئے۔ وہ چند قدم چلے اور ریموٹ سے کار اُڑا دی۔ کار پھٹنے کا چشم دید اس کا ڈرائیور تھا۔

جس وقت یہ کاروائی ہو رہی تھی، جنید اور اکبر کافی حد تک الطاف گجر سے معلومات لے چکے تھے۔ اس سے مزید وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے انہیں الطاف گجر کو طارق نذیر کے سپرد کرنے کا کہا۔ اگلے ایک گھنٹے میں وہ اس فیکٹری سے الطاف گجر کو نکال کر، خود سامنے آئے بغیر طارق نذیر کے سپرد کر دیا۔ وہ اسے لے کر سیف ہاؤس چلا گیا اور وہ دونوں گھر کی طرف لوٹ آئے۔ تب میں نے فیضان بٹ کو فون کیا

''کچھ پتہ چلا کارکا؟''

''کیا چاہتے ہو تم؟'' اس نے کافی حد تک دھیمی آواز میں پوچھا

''تمہاری طاقت دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا

''بہت پچھتاؤ گے۔'' اس نے کرختگی سے کہا

''شام تک اپنی طاقت دکھا دو تو ٹھیک، ورنہ میں تیراز ہر نکالنا خوب جانتا ہوں۔'' میں اسے غصہ دلایا

''سامنے آ کر بات کرو تو میں تجھے دیکھوں۔'' اس نے بھنا کر کہا تو میں نے ہنستے ہوئے کہا

''بس یہیں گھٹنے ٹیک دیئے۔ کہو کہ مجھے تلاش نہیں کر سکتے ہو، پھر میں تم تک پہنچوں۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور فون بند کر دیا۔ اسی وقت مجھے طارق نذیر نے بتایا کہ وہ سیف ہاؤس پہنچ چکا ہے اور فیضان بٹ کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے لئے پولیس سیکورٹی کے نام پر تین بندے کھینچ دیئے ہیں۔ یہ اس نے میرے ہی کہنے پر کیا تھا، تاکہ اس کی نقل و حرکت کے بارے میں پوری طرح آگاہی رہے۔ وہ اس واقعہ کی وجہ کافی پریشان ہو چکا تھا اور اپنی طاقت کو اکھٹا کر رہا تھا۔ میں شام تک اسے اُس کی حالت پر چھوڑ دیا۔

الطاف گجر نے کافی حد تک مار کھانے کے بعد تعاون کیا تھا۔ اس نے وہی چند بندے بتائے جو اسے یاد تھے۔ اس میں فیضان بٹ کس حد تک ملوث تھا، وہ بھی اس نے بتا دیا۔ طارق نذیر نے اسے اپنے ادارے کے کھاتے میں ڈال کر ایک بڑے آپریشن کی منظوری لے لی۔ وہ اب مزید گرفتاریوں کے لئے پلان کر رہا تھا۔

شام ہو چکی تھی۔ فیضان بٹ کا اضطراب کافی حد تک بڑھ گیا تھا۔ وہ اپنے گلبرگ مارکیٹ والے آفس میں تھا اور اس کے گرد سیکورٹی کا ایک حلقہ بن چکا تھا۔ اس نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کو بھی بتا دیا تھا کہ معاملہ کیا بن گیا ہے۔ انہیں یہ خبر نہیں مل رہی تھی کہ یہ سب ہو کیسے گیا؟

الطاف گجر کے گاؤں سے چند بھارتی پکڑے جا چکے تھے۔ انہوں نے وہاں چھاپہ مار کر کچھ دستاویزات بھی حاصل کر لیں تھی۔ فیضان بٹ آفس سے نکل کر اکہیں جانا چاہتا تھا۔ اس نے وہیں ان چند لوگوں کو بلایا تھا، جو اس کے خاص لوگ تھے اور لاہور میں اس گینگ کو چلانے کے پورے ذمہ دار تھے۔ اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ جاتا کدھر ہے؟

جیسے ہی شام اُتری وہ اپنی پوری سیکورٹی کے ساتھ مارکیٹ سے نکلا۔ طارق نذیر اور میری گینگ کے لوگ اسی مارکیٹ میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی وقت میں بھی باہر نکل آیا۔ میرے ساتھ میرے شیر اکبر اور جنید تھے۔ میں تیزی سے مارکیٹ کی جانب بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ گھر سے نکلنے اوت مارکیٹ کے قریب پہنچ جانے تک میں سب کو رابطے میں لے چکا تھا۔ فیضان بٹ کی کار کے آگے پیچھے کافی کاریں چل پڑیں تھیں۔ ان کا

تعاقب شروع ہو چکا تھا۔ کافی دیر جب وہ نہر کنارے چڑھے تو پتہ چلا کہ ان کا رخ کس طرف ہو سکتا ہے۔ جنید آندھی اور طوفان کی طرح کار بھگائے لحہ بہ لحہ ان کے قریب ہوتا چلا جا رہا تھا۔ ان کا قافلہ جلو پارک سے تھوڑا پہلے دائیں جانب پل پار کر کے چل پڑے۔ آگے بہت کھلے کھلے گھر تھے۔ وہ قافلہ ایک گھر میں چلا گیا، جس کی بناوٹ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کا ڈیزائن کہیں دوسرے ملک سے لایا گیا ہے۔ وہ گھر جگمگا رہا تھا۔ کچھ کاریں وہیں گیٹ کے پاس ہی رک گئیں اور فیضان بٹ والی کار کے ساتھ پولیس کی گاڑی بھی پورچ میں جا رکی۔ پولیس والے باہر ہی رک گئے اور وہ تیزی سے اندر چلا گیا۔ میں انہیں دیکھ نہیں رہا تھا، لیکن میری آنکھیں وہاں پہنچ چکیں تھیں۔

''پتہ کرو کہ اس گھر میں کس طرف سے داخل ہوا جا سکتا ہے۔'' میں اپنے لوگوں کو ہدایت دی اور پل پار کر گیا۔ وہ نو تعمیر علاقہ تھا اور ابھی بہت ساری جگہوں پر تعمیر جاری تھی۔ جس وقت میں اس گھر کے پاس پہنچا، مجھے اطلاع مل گئی کہ میں نے کہاں سے جانا ہے۔

ہم جیسے ہی گیٹ پر پہنچے، گیٹ پر کھڑے چوکیدار نے ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔ وہیں قریب ہی ایک پولیس والا گن لئے کھڑا تھا، بلا شبہ اسی نے سیکورٹی والوں کو کہا تھا کہ نئے آنے والے مہمانوں کو اندر آنے دیا جائے۔ ہم بڑے آرام سے پورچ میں جا رُکے۔ میں نے وہیں کھڑے ہو کر باہر کا جائزہ لیا۔ پولیس والوں کے ساتھ آنکھوں ہی آنکھوں میں بات ہو گئی تھی۔ انہیں بتا دیا گیا تھا کہ نفری پہنچ رہی ہے۔ میں نے انہیں یہی ہدایت دی تھی کہ اگر بات ہاتھ سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تو وہ وہاں تک آئیں، ورنہ ہمارے نکل جانے کے بعد ہی وہاں پہنچیں۔ لان میں بہت سارے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، ان میں کچھ لوگ اسلحہ بردار بھی تھے۔ سیکورٹی والوں کو شک ہوا تھا یا نہیں میں اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا لیکن ہم زیادہ دیر تک پورچ میں رہے، چند لمحوں میں جائزہ لیا اور اندر داخل ہو گئے۔ داخلی دروازے کے سامنے ہی ایک کھلا سا ڈرائینگ روم تھا۔ اس میں پانچ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، چھٹا ان کے درمیان صوفے پر جو بیٹھا تھا، وہ شکل ہی سے غیر ملکی لگ رہا تھا، اس کے چھوٹے چھوٹے سنہری بال تھے، نین نقش تیکھے اور آنکھیں نیلی تھیں۔ ادھیڑ عمر ہونے کے باوجود بہت چست دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے پہلو میں فیضان بٹ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے پہلی نگاہ میں پہچان لیا تھا، ایک تو اس کی تصویر میری نگاہوں سے گذر چکی تھی، دوسرا اب تک جو اس کے بارے میں سنا تھا، وہ پہچان کے لئے کافی تھا۔ ہمارے اچانک اندر داخل ہونے پر انہوں نے چونک کر ہمیں دیکھا۔ ہم تین ہی تھے۔ میں سیدھا ان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور اکبر اور جنید دونوں دائیں بائیں ہو گئے۔

''کون ہو تم اندر کیسے آ گئے ہو؟'' فیضان بٹ نے ایک دم سے اچھلتے ہوئے پوچھا

''میں کون ہوں، یہ تو بعد میں پتہ چلے گا، لیکن تم لوگوں کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے کہ تم کون لوگ ہو؟'' میں نے کہا تو ان سب کے چہروں پر سوالیہ نشان کھنچ گیا۔ میں نے انہیں زیادہ حیران نہیں رہنے دیا اس لئے آگے بڑھ کر فیضان بٹ کے پاس چلا گیا۔ اسے کالر سے پکڑا ہی تھا کہ اس نے زور سے اپنا کالر چھڑانا چاہا، میں نے دوسرے ہاتھ سے ایک زوردار گھونسہ اس کے منہ پر دے مارا، وہ صوفے سے الٹ کر گرا۔

''کون ہو تم؟'' اس بار غیر ملکی نے اٹھتے ہوئے غصے میں کہا۔ اس سے پہلے کہ میں جواب دیتا، وہ ہوا میں اچھلا اور میرے اوپر آ رہا، میں نے مانا تھا کہ وہ بہت اچھا فائیٹر ہو سکتا تھا، لیکن اس وقت میرے پاس یہ کھیل تماشے دکھانے کا وقت نہیں تھا۔ وہ میرے اوپر تو آ رہا، لیکن مجھ سے

الگ نہیں ہوسکا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کو سینے کے قریب سے گھیر لیا۔ پھر اوپر اٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ قالین ہونے کی وجہ سے اسے چوٹ نہیں آئی۔ لیکن اس وقت تک جنید کے خاموش پسٹل نے ٹھک کی آواز نکالی تو اس کی چیخ بلند ہوگئی۔

''خبردار۔ کوئی ہلنا بھی مت، ورنہ وہ اپنی موت کا ذمہ دار خود ہوگا۔'' اکبر نے اونچی آواز میں کہا تو سب نے حیرت سے ہمیں یوں دیکھا جیسے ہم کوئی انہونی مخلوق ہیں جو ان کے سر پر مسلط ہوگئے ہیں، ورنہ شاید ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ یوں کسی کی جرات ہوسکتی ہے کہ ان کی جانب کوئی انگلی بھی اٹھائے۔ میں نے ان کی طرف دیکھ کر کہا

''تم لوگ شاید یہی سمجھ رہے ہو کہ تم سب کسی آسمانی مخلوق سے تعلق رکھتے ہو، اس وطن میں جو کیے جاؤ، تمہیں کائی پوچھنے والا نہیں۔ ہم آگئے ہیں پوچھنے کے لئے۔ میں تم لوگوں کو صرف چوبیس گھنٹے کا وقت دیتا ہوں، اب تک جتنے بھی بھارتی یہاں داخل ہو چکے ہیں، انہیں واپس لے آؤ، ورنہ تم لوگوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے یہ تمہاری سوچ میں بھی نہیں ہوگا'' یہ کہتے ہوئے میں نے دونوں ہاتھوں میں پسٹل نکال لئے اور پھر سب کی ٹانگوں پر فائرنگ کرنے لگا۔ وہ چیخنے لگے۔ میں نے فیضان بٹ کو اٹھایا اور اسے اکبر کی طرف دھکیلا پھر اس غیر ملکی کو اٹھایا اور پوری قوت سے اس کے ٹھوڑی کے نیچے گھونسہ مارا۔ اس بار اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ تب میں پسٹل اس کے ماتھے پر رکھا اور گولی چلا دی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا وہیں ڈھیر ہوگیا۔ فیضان بٹ کو اپنے آگے لگائے اکبر باہر کی طرف چل دیا، میں ایک نگاہ تڑپتے ہوئے ان سب کو دیکھا اور تیزی سے باہر کی جانب نکلا۔

دروازے کے ساتھ ہی پولیس والا کھڑا تھا۔ وہ اندر کا سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ باہر لوگ پریشان ہوگئے ہوئے تھے۔ اچانک جنید میرے پیچھے سے نکل کر ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ میں جیسے ہی پورچ میں نکلا، اس وقت تک جنید لان میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی جانب دستی بم اچھال چکا تھا۔ تین دستی بم مختلف جگہوں پر جا گرے۔ ایک زوردار دھماکا ہوا، اس کے ساتھ ہی دو مزید ہوئے۔ دھواں اور مٹی کا غبار اٹھا۔ اس وقت تک اکبر نے فیضان بٹ کو گاڑی میں دھکا دے دیا تھا۔ جنید تیر کی طرح وہاں سے نکلا۔ جب تک لوگوں کو ہوش آتا، ہم گیٹ سے باہر جا چکے تھے۔ جنید انتہائی رفتار سے نکلا تھا۔ پل تک جاتے میں طارق نذیر سے کہہ دیا کہ وہ بندہ سنبھال لے۔ ہم پل سے نکلے تو پولیس ہمارے قریب سے گذر گئی۔ کچھ فاصلے پر وہ ہمارے انتظار میں کھڑا تھا۔ ہم نے گاری اس کے حوالی کی اور اس کی کار میں بیٹھ کر نکل گئے۔

☆.....☆.....☆

رات کا آخری پہر چل رہا تھا۔ جسپال سنگھ جالندھر کے ایک گھر میں موجود تھا۔ یہ اس نے اپنے لوگوں کا ٹھکانہ بنا کر دیا تھا۔ اصل میں جن اس نے اروند کو کینیڈا بھیجا تھا، اس کے فوری بعد روہی کی طرف سے لوگوں کو ایک مرکز پر جمع کیا جانے لگا تھا۔ ایک مرکز جالندھر میں بن گیا تو دوسرا لاہور میں۔ وہ ایک لمبی خوشگوار نیند کے بعد فریش ہو کر کمپیوٹر کے سامنے آن بیٹھا تھا۔ اروند آن لائین تھا۔ دوسری طرف جمال موجود تھا۔ اروند انہیں بتانے لگا تھا۔

''دونوں طرف کے سیاسی حلقوں میں جو کھلبلی مچی سو مچی، خفیہ ایجنسیوں پر بھی سوالیہ نشان لگ چکا ہے۔ سیاسی حلقے انہیں ہی مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں۔''

''وہ جو بھی کہتے رہیں، سب سمجھتے ہیں کہ یہ ردعمل تو ہونا ہی ہے، تم ذرا کال ملاؤ، میں رامیش پانڈے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' جسپال نے کہا

''ٹھہرو۔! پہلے یہ بتاؤ، کیا بات کرو گے؟'' جمال نے تیزی سے پوچھا

''یہی کہ..... وہ..... اب ہوشیار ہو جائیں۔'' اس نے کہا تو جمال کے ساتھ اروند بھی ہنس دیا۔ جسپال کو سمجھ آ گئی کہ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں۔

''یار جسپال کیا تمہارا کچھ کہنا بنتا ہے۔'' جمال نے پوچھا۔

''نہیں۔'' اس نے ایک دم سے اعتراف کر لیا لیکن پھر تیزی سے بولا، ''یار انہیں پتہ تو چلنا چاہئے کہ وہ ہر وقت ہماری ہٹ لسٹ پر ہیں۔''

''میں کرتا ہوں بات۔ تم سنو۔'' جمال نے کہا تو اروند سنگھ کال ملانے لگا۔ کچھ دیر بعد ہی کال مل گئی۔ فون اس کے کسی بندے نے اٹھایا۔ کچھ دیر بحث کے بعد اس نے فون رامیش پانڈے کو دے دیا۔

''کون ہو تم؟'' اس نے بڑے سکون سے پوچھا

''وہی، جس نے ارجن کھتری کو قتل کیا۔ جس کی لاش ابھی تک تم لوگوں کو نہیں ملی۔'' جمال نے بھی اسی سکون سے کہا تو تیزی سے بولا

''کہاں ہے اس کی لاش؟''

''بتاتا ہوں، لیکن اس سے پہلے تجھے بتانا بہت ضروری ہے۔'' جمال نے اپنا سکون نہیں ٹوٹنے دیا

''کیا کہنا ہے مجھ سے؟'' وہ بولا

''یہی کہ اگر تم لوگ ہندو راشٹرا یہ چاہتے ہو نا تو ہم بھی ایک سیکولر بھارت چاہتے ہیں۔ ممبئی حملوں میں تم لوگ بہت بڑی غلطیاں کر گئے ہو، مگر ہم نہیں کریں گے۔ میں چاہوں تو تیرے وہ سارے شدت پسند ہندو جیلوں ہی میں مار دوں، کرتے ہو سودا؟'' جمال نے اس بار انتہائی غصے میں کہا

''تمہیں غلط انفارمیشن ملی ہے۔ ہم ایسا نہیں چاہتے۔ ہم تو حکومت کی.....'' اس نے کہنا چاہا تو جمال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

''جھوٹ مت بولو پانڈے، میں اس وقت سے تمہاری بے غیرتیاں دیکھ رہا ہوں، جب تم نے مختلف جگہوں سے بندے اٹھا کر ایک جزیرے پر اکٹھے کئے۔ وہ تمہارا پلان یہی تھا کہ ممبئی بم دھماکوں کے بعد انہی لوگوں کو پکڑوا دو اور بات ختم۔ اس کے ساتھ تم نے دیکھا کہ نیوی کو تم کس حد تک دھوکا دے سکتے ہو، تم نے اپنی وزارت کا بھرپور فائدہ اٹھایا پانڈے۔ لیکن اب نہیں۔'' جمال نے طنزیہ لہجے میں ہتک آمیز انداز میں کہا

''کیا چاہتے ہو اب؟'' اس کے لہجے میں غصہ چھلک پڑا تھا

''یہی کہ اپنی ساری دوکانداری سمیٹ لو۔ وہ بندہ جو تم نے پکڑ لیا ہے، بلکہ پکڑوا دیا ہے، اس کے ساتھ جو مرضی سلوک کرو، لیکن کھیل یہیں بند ہونا چاہئے۔'' جمال نے تحکمانہ انداز میں کہا

''دیکھو، تم اپنا کام کرو، میں اپنا کام کرتا ہوں۔ ایک ارجن کھتری کو مار لینے سے یہ مت سمجھو کہ ہماری اتنی بڑی تحریک ختم ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہوگا۔''

''اور اب تم کچھ کر بھی نہیں سکو گے۔ میں چاہو تو تمہیں آسانی سے ختم کر سکتا ہوں لیکن میں تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ دشمن کو زندہ رکھنا ہی نہ صرف مردانگی ہے بلکہ میں نے ابھی تم سے ادھار بھی چکانا ہے۔''

''کیسا ادھار، کیسی مردانگی۔''

''ادھار یہ ہے کہ جگجیت بھربھرے کے قاتل مجھے دے دو، تو زیادہ بندے نہیں پھڑکاؤں گا۔ میں اب تمہیں فون نہیں کروں گا۔ میں اس وقت سمجھ جاؤں گا کہ تم میری بات ماننا چاہتے ہو۔ جب تم چوبیس گھنٹوں میں اپنی وزارت سے استعفیٰ دے دو گے، نہ دیا تو میں تمہیں مار دوں گا، یہ چنوتی (چیلنج) ہے تمہیں۔''

''میں انتظار کروں گا۔'' اس نے کہا

''چلو پھر پہلی لاش کا تحفہ لو، وہ کھیتل انبالہ روڈ پر کالج سے آگے پڑی ہے اٹھا لو جا کر۔ صبح ہونے تک مزید لاشیں مل جائیں گی۔'' جمال نے تو دوسری طرف سے چند لمحوں تک کوئی بات نہیں ہوئی، پھر وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولا

''میں انتظار کروں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ ان کے درمیان چند لمحے خاموشی رہی تبھی جسپال بولا

''نہیں کرنی تھی بات، اب اپنا قول نبھانا پڑے گا۔''

''یہ نبھانا ہی تھا میری جان، تم نے شاید اسے اتنا سنجیدہ نہیں لیا، مگر اس کی کھوج میں رہا کہ آخر اس جزیرے میں کیوں لے جایا گیا اور وہ کون تھا۔ میں نے اس سے بدلہ لینا ہے وہ میں لے لوں گا۔ اسے بچنے کا ایک راستہ دیا ہے لیکن وہ نہیں مانا، اب بھی اگر وہ سوچ لے۔ خیر۔! تم سب سے پہلا یہ کام کرو، واپس اوگی جاؤ۔ اور انو جیت کو پنجاب کی سیاست میں داخل کرنے کی بھرپور محنت کرو۔ چند دن ہرپریت کے ساتھ گزارو۔ میں دیکھ لیتا ہوں سب۔'' جمال نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

''یہ تم مجھ پر طنز کر رہے ہو؟'' جسپال نے خفگی سے کہا

''نہیں تمہیں بے عزت کر رہا ہوں۔'' جمال نے ہنستے ہوئے کہا تو ارند کے ساتھ کئی لوگوں کا قہقہہ لگ گیا جو یہ سب سن رہے تھے۔

''اب تو ہو گیا۔ کیا فائدہ ملا تجھے۔'' جسپال نے ڈھیٹ بنتے ہوئے کہا

''یار سر نہ کھاؤ۔'' جمال زچ ہوتا ہوا بولا

''او کے، جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہو گا، ویسے آئینہ دیکھتے ہو آج کل، تمہارا چہرہ کسی غریب قسم کی کمپنی کی ادھیڑ عمر ریسپشنسٹ کی طرح لگ رہا ہے تم بھی جاؤ نورنگر اور سوہنی کے ساتھ چند گذارو، فریش ہو جاؤ گے۔'' جسپال نے بھی مذاق کیا۔ لیکن اس پر جمال نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا

''اور ہاں، نورنگر سے یاد آیا، تم فوری طور پر منا سکر جاؤ، یا بندہ بھیجو، وہاں سے معلوم کرو کہ رام نام کا کوئی جوگی ہے؟''

''کیا ہوا؟'' جسپال نے پوچھا تو جمال نے اسے اختصار سے بتا دیا

''ارے اس سانپ کو وہاں کیوں چھوڑ آئے۔ وہ تو.....'' اس نے کہنا چاہا تو جمال بولا

''اس کا زہر میں نے نکال دیا ہے۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ ویسے میں اس کا پوچھتا ہوں۔ جو تمہیں کہا ہے وہ کرو۔'' جمال نے کہا۔ ان کے درمیان مزید بات چلتی کہ اروند نے کہا

''ابھی رامیش پانڈے نے پرائم منسٹر سیکرٹیریٹ فون کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے ممبئی میں کال ملائی ہے۔ اس کے بارے کچھ دیر بعد بتاتا ہوں۔''

''وہ جو مرضی کرے، ہم اپنا کام کریں گے۔'' جمال نے کہا اور پھر یونہی ان کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ یہاں تک کہ انہیں باتیں کرتے ہوئے سورج نکل آیا۔

''جمال، یہاں تو نکل آیا ہے سورج، تمہاری طرف چند منٹ بعد نکلے گا۔'' جسپال نے کہا

''لیکن تو نے اگلے جو بیس گھنٹوں میں زیادہ سے زیادہ لوگوں میں رہنا ہے۔ یہ کنفرم ہو جائے کہ تم اوگی پنڈ ہی میں ہو۔ کل سارا دن لوگوں میں گزارنا، ہو سکے تو لوگوں کو اکٹھا کر کے کھیل تماشا کر لینا۔'' جمال نے اسے سمجھایا تو جسپال کو سمجھ آ گئی تھی کہ اس نے کیا کرنا ہے۔ کچھ دیر بعد ان کی باتیں ختم ہو گئیں۔

دو گھنٹے بعد وہ نکلا اور اوگی کی طرف چل پڑا۔ جہاں ہرپریت اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ اوگی پہنچا تو ناشتہ میز پر لگا ہوا تھا۔ پھوپھو کلجیت، انوجیت اور ہرپریت اس کا انتظار کر رہے تھے۔ خوشگوار ماحول میں ناشتہ ختم ہوا۔ کلجیت کور اوگی میں کسی کے ہاں چلی گئیں اور وہ تینوں اسی موضوع پر بات کرنے لگے کہ آئندہ الیکشن کیسے لڑنا ہے۔ اسی دوران اس نے جوگی؟؟؟ کے بارے میں معلومات کے لئے ایک بندے کو منا سکر بھجوا دیا۔

☆.....☆.....☆

رامیش پانڈے سے بات کر کے میں ذہنی طور پر تناؤ میں آ گیا تھا، میں نے دعوی کر لیا تھا، مجھے یقین تھا کہ جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہو جانا ہے، لیکن ممکن ہے وقت آگے پیچھے ہو جائے۔ میں کچھ دیر اس بارے سوچتا رہا، پھر اچانک میرے ذہن میں سارا پلان آتا چلا گیا۔ بس مجھے چند چیزیں کنفرم کرنا تھیں۔ وہ میں نے فہیم اور اروند کو بتا دیں۔ انہوں نے مجھے دوپہر تک اس بارے کنفرم کر دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔

میں ناشتہ کر کے چھت پر چلا گیا۔ میں جانتا تھا کہ میرا تناؤ کھلی فضا میں دور ہوتا ہے۔ میرے لاشعور میں کہیں تھا کہ میں نے کسی کو چیلنج دیا ہے، اسے پورا کرنا ہے۔ میں نے ایک دم سے رامیش پانڈے کو ذہن سے نکال باہر کیا اور اس کی جگہ انوجیت سنگھ کے بارے میں سوچنے لگا جو سیاست کے میدان میں کودنے والا تھا۔ اچانک میرے من میں آیا کہ سیاسی نظام کو چلانے والے آخر لوگ ہی تو ہوتے ہیں۔ جب تک ٹھیک اور درست بندے نہ آئے، اس وقت تک نظام درست چل ہی نہیں سکتا۔ میرا دھیان اپنے ہی سیاسی نظام کی طرف چلا گیا جہاں سوائے کرپشن، جھوٹ اور استحصال کے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میرا دل کیا کہ اس سیاسی نظام میں اچھے لوگوں کو آنا چاہئے، مگر کیسے؟ یہ ایک الجھا ہوا سوال تھا جس کا جواب بہر حال موجود تھا، فوری طور پر میرے ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اشفاق کو اپنے علاقے سے ایم این اے الیکشن لڑوا دیا جائے۔ اس بارے اس نے سوچا بھی نہیں ہوگا۔ جب تک عام عوام یہ سمجھتی رہے گی کہ یہ کام چند مخصوص خاندانوں کا ہے، یہ عوام اسی طرح پستی رہے گی۔ چونکہ

اس نظام کو لوگوں ہی نے بدلنا ہے، اس لئے لوگ بھی اچھے ہی لائیں جائیں۔ میری سوچ اس طرف چل پڑی۔ ایسے میں کرنل سرفراز کا فون آ گیا۔

''کیا ہو رہا ہے؟''

''ایویں ہی کچھ سوچیں سوچتا چلا جا رہا تھا یہاں کی سیاست کے بارے میں۔'' میں نے کہا

''مثلاً کیا۔'' انہوں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا تو میں نے اختصار سے بتا دیا، تب انہوں نے کہا، ''میں نے اس پر بہت سوچا ہے اور میرے پاس ایک پلان بھی ہے۔ اس بارے میں تم سے میں بات کرتا۔ لیکن ابھی تم نے جو رامیش پانڈے کو چیلنج دیا ہے، اسے پورا کرنا اور پوری سنجیدگی سے کرنا ہے۔''

''ہو گیا، اس بارے آپ کے جو ذہن میں ہے، میں وہ ضرور سننا چاہوں گا۔'' میں نے جواب دیتے ہوئے کہا

''میں نے کچھ معلومات تجھے میل کر دی ہیں۔ اسے دیکھو، یہ نوتن کور گروپ کے بس کی بات نہیں ہو گی۔ تم دنو درانا سے رابطہ کرو، میں بھی کچھ کرتا ہوں۔'' انہوں نے راستہ دکھاتے ہوئے کہا

''او کے۔'' میں نے کہا تو انہوں نے فون بند کر دیا۔ میں چھت سے اتر کر نیچے اس کمرے میں آ گیا جہاں فہیم بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے لیپ ٹاپ لیا اور میل دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں نے لیپ ٹاپ بند کیا اور چند لمحے سوچنے کے بعد بانیتا کور سے رابطہ کیا۔

''ہائے ظالم۔! یہ میری قسمت ہے کہ تم نے مجھے اس قابل سمجھا کہ مجھ سے بات کرو، یقین جانو بڑا مس کرتی ہوں تمہیں، بولو کیا حکم ہے میرے لئے۔ اب یہ مت کہنا کہ کوئی حکم دینے کے لئے نہیں صرف تم سے بات کرنے کو جی چاہا تھا۔'' اس نے ایک دم سے شوخی بھرے لہجے میں کہا تو میں نے ابھی اسی انداز میں کہا

''یار تم تو گیانی ہو گئی ہو۔ اب تو کہنے سے پہلے ہی من کی بات جان جاتی ہو۔''

''بولو، بات کیا ہے۔'' اس نے کافی حد تک سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا تو میں نے اسے رامیش پانڈے سے ہونے والی ساری بات بتا دی

''کرنا کیا ہے؟'' اس نے پوچھا

''تم دنو درانا سے بات کرو، کہو میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ پھر جو بھی بات ہو گی تمہارے سامنے ہو جائے گی۔'' میں نے اس سے کہا

''میں اس سے رابطہ کرتی ہوں۔'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں انتظار کرنے لگا، تقریباً دس منٹ کے بعد اس نے کال کر کے بتایا کہ وہ خود بات کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کانفرنس کال میں دونوں کو لے لیا۔ کچھ دیر تمہیدی باتوں میں کے بعد میں نے پوچھا

''کیا تم جگجیت بھربھرے کا انتقام لینا چاہتے ہو؟ اس سیٹ اپ کو ختم کرنا چاہتے ہو جو رامیش پانڈے نے بنا دیا ہے؟ یا خاموشی سے اپنی نوکری کرنا چاہتے ہو؟''

''مجھے خود سمجھ نہیں آ رہی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں دلبرداشتہ ہو چکا ہوں۔'' وہ مایوسی سے بولا

''میرے کہنے پر ایک بار اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ۔ حوصلہ پکڑو۔ ایک بار پھر سے فتح یاب ہو جاؤ۔'' میں نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا

''کیسے کوئی راستہ ہی نہیں ہے؟''اس نے پھر اسی مایوسی میں کہا

''دیکھو ونود، میں نے اسے چوبیس گھنٹے کا وقت دیا ہے، جس میں سے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گذر چکا ہے، اس دوران اس نے پرائم منسٹر سیکٹریریٹ سے بھی رابطہ کرلیا ہے۔ وہ اپنے بندوبست میں لگ گیا ہے۔ اسے یہ اندازہ ہے کہ میں ایسا کرسکتا ہوں تو اس پر خوف طاری ہے۔ میں مانتا ہوں کہ خوف زدہ انسان بہت خطرناک ہوتا ہے، اسے اپنے سائے سے بھی ڈر لگتا ہے، لیکن ظالم اندر سے انتہائی بزدل ہوتا ہے۔ اس کے بندوبست ہی اسے لے ڈوبتے ہیں۔ میری بات سمجھ رہے ہو۔''

''میں سمجھ گیا، مجھے کیا کرنا ہے، بولو تم کیا چاہتے ہو۔'' اس نے ایک دم سے چونکتے ہوئے پوچھا۔ اس کے لہجے میں جوش بھرا ہوا تھا۔

''بس اسے گھیر کر رکھو، اوپر سے جو بھی سیکورٹی کے لئے ہوگا، اس میں اپنے بندے داخل کردو۔ باقی کام بانیتا کرلے گی، یہ ابھی ممبئی آرہی ہے۔'' میں نے کہا تو بانیتا کور نے شوخی میں کہا

''ارے تم تو مجھے نارتھ پول جانے کا بھی کہو تو میں جانے کو تیار ہوں، یہ تو اپنی ممبئی ہے یار۔'' یہ کہہ کر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ تب میں نے کہا

''بس تم وہاں پہنچو، یہ ذہن میں رکھنا کہ یہی صرف تمہارا آپریشن ہوگا۔ اس میں جسپال کہیں نہیں ہے۔''

''وہ کیا ہرپریت کے پاس ہے؟'' اس نے پوچھا

''ہاں وہ ادھر ہی ہے، میں نے خود اسے وہیں رکنے کو کہا ہے۔'' میں نے جواب دیا

''کاش تو بھی میرے پاس ہوتا۔'' اس نے حسرت سے کہا تو میں ایک دم سے بولا

''یہ کل تک ختم کرو، پرسوں میرے پاس ہوگی تم۔''

''مجھے معلوم ہے یہ تم اپنی بات سچ کر دکھاؤ گے۔ کیا یہ آج رات نہیں ہوسکتا ممبئی والا کام۔'' یہ کہہ کر وہ پھر ہنس دی۔ تو میں نے کہا

''میں نے اسے چوبیس گھنٹے کا وقت دیا ہے، تم نکلنے کی تیاری کرو۔ ونود میں تم سے رابطے میں رہوں گا۔ تم سن رہے ہونا۔'' میں نے پوچھا

''میں سن رہا ہوں۔ جیسے ہی مجھے کوڈ ڈیولپمنٹ دیکھنے کو ملی میں آپ سے رابطہ کرلوں گا۔'' اس نے جوش سے کہا

''نہیں، تمہیں، میرا نمبر نہیں ملے گا، میں خود کروں گا، یہ کہیں بھی ٹریس نہیں ہوگا۔ اب تم اپنی آنکھیں کھول لو اور ٹھنڈے دماغ سے سوچنا شروع کردو۔''

''اوکے۔'' اس نے کہا تو میں نے رابطہ منقطع کردیا۔

کچھ دیر بعد میں نے سب کو بتادیا کہ میں کیا کرنے جارہا ہوں۔ سب لوگوں کی توجہ اس کام پر لگ گئی تھی۔

کچھ وقت گذرا تھا کہ کرنل سرفراز کا فون آگیا۔ اس نے مجھے ایک فون نمبر دیتے ہوئے کہا

''یہ وہ جوان ہے، جسے میں نے اس کام کے لئے چنا ہے جو تم چاہ رہے ہو۔ میں چاہتا تھا کہ اسے کندن بناؤں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ابھی کندن نہیں بنا، ابھی اسے بھٹی میں ڈالنا ہے، ڈال سکتے ہو تو یہ کام اپنے ذمے لے لو، اس کی تمام تر ذمہ داری تمہیں خود پر لینا ہوگی۔ اگر یہ تمہیں اپنے مطلب کا بندہ نہ لگے تو.....''

''وہ اگر آپ نے چنا ہے تو وہ اس قابل ہوگا۔ میں تیار ہوں اسی کی ذمہ داری لینے کے لیے۔'' میں نے کہا

''میں نے اس کے بارے میں تمام ضروری معلومات ای میل کر دی ہیں۔ جب چاہے اسے بلا لینا۔'' انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا

ولید احمد کا تعلق پنجاب کے شہر جہلم سے تھا۔ اس کا باپ ایک چھوٹا زمیندار تھا، جس کی چند ایکڑ زمین تھی۔ جو قیام پاکستان سے پہلے ہی کی آبائی زمین تھی۔ ولید باپ کا اکلوتا بیٹا ہی تھا۔ دو بہنیں تھیں جو اس سے بڑی تھیں اور اپنوں گھروں میں آباد تھیں۔ اس کا بچپن بہت غربت میں گذرا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کی ابتدا ٹاٹ سکولوں سے کی تھی۔ وہ بہت ذہین تھا۔ ہر امتحان میں امتیازی نمبر لیتا ہوا بورڈ میں پہلی پوزیشن لی۔ آگے پڑھنے کے لیے اس کے پاس سرمایہ نہیں تھا۔ باپ نے حوصلہ دیا اور زمین کا ایک ٹکڑا گروی رکھ کر اسے کالج میں داخلہ دلوا لیا۔ اس نے سائنس مضامین کا انتخاب کیا۔ جب تک اس نے کالج کی تعلیم ختم کی، اور انجینئرنگ میں جانے کا وقت آیا اس وقت تک وہ غربت کی انتہاؤں پر پہنچ چکا تھا۔ باپ نے زمین بیچ دینے کا ارادہ کر لیا۔ جس جاگیردار نے وہ زمین گروی رکھی ہوئی تھی، اس نے اپنی رقم کے عوض زمین پر قبضہ کر لیا۔ نہ زمین بکی اور گروی زمین چھڑوا سکے۔ وہ انجینئرنگ میں نہ جا سکا۔ باپ نے اسے حوصلہ نہ ہارنے کا کہا اور آگے پڑھائی جاری رکھنے پر زور دیا۔ مجبوراً اسے یونیورسٹی میں داخلہ لینا پڑا۔ یونیورسٹی میں ولید کے اندر جو لیڈرانہ صلاحیتیں تھیں، ان کا اظہار ہونے لگا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں، ایک اس کے اندر کا غصہ دوسرا، استحصالی نظام سے نفرت۔ ان دنوں طلبہ تنظیموں پر پابندی تھی۔ طلبہ نے اپنے اظہار کے کئی دوسرے راستے نکال لئے تھے۔ مقامی جاگیردار نے پہل تو اسے اپنے انداز میں استعمال کرنے کوشش کی، پھر باقاعدہ اس کی مخالفت پر اُتر آیا۔ جس کا خمیازہ ولید کو زمین چھن جانے کی صورت میں ملا۔ یہاں تک کہ جب اس نے یونیورسٹی کی تعلیم ختم کی تب تک وہ پورے علاقے کے سیاسی لوگوں میں اپنی پہچان بنا چکا تھا۔ وہ ایک شعلہ جوالا تھا، جو کسی بھی وقت کہیں بھی آگ لگا سکتا تھا۔ انہی دنوں وہ کرنل سرفراز کی نگاہ میں آ گیا۔ اس نے ولید کو حوصلہ دیا اور پڑھنے کے لئے بریڈفورڈ یونیورسٹی بھجوا دیا۔ وہاں اس نے اپنی پڑھائی کے ساتھ کام بھی کیا۔ اس نے سیاست اور قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ پیسے بنائے اور اپنے والدین کی کفالت کرتا رہا۔ چھ سال تک وہ وہیں رہا۔ پڑھائی ختم کرنے کے فوراً بعد اس نے وہاں رہنے کی بجائے پاکستان آنے کو ترجیح دی۔ کرنل سرفراز کی مدد اس کے ساتھ شامل تھی۔ اس نے یہاں آتے ہی اپنا بزنس شروع کیا اور سیاست کے لئے بالکل نئی پارٹی کا انتخاب کر لیا۔ اس نے مقامی زمیندار کو بالکل نہیں چھیڑا، بلکہ اسے نظر انداز کر کے اپنی ساکھ بنانی شروع کر دی تھی۔ اسے پاکستان آئے دو برس ہو چکے تھے۔

میں نے اسے فون کیا۔ وہ میرے ہی انتظار میں تھا۔

''کہاں ہو؟'' میں نے پوچھا

''میں لاہور سے ابھی تھوڑی دور ہوں۔ گوجرانوالا کراس کر آیا ہوں۔'' اس نے بتایا

''ٹھیک ہے، راوی پل پر آ کر مجھ سے رابطہ کرنا۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سہ پہر کا وقت تھا جب میں نے جنید اور اکبر کو ساتھ لیا اور نکل پڑا۔ میں ابھی راستے ہی میں تھا جب ولید کا فون آ گیا۔ میں نے اقبال پارک میں مینار پاکستان کے پاس پہنچ جانے کو کہا۔ ہم وہاں پہنچ گئے۔ وہ مینار پاکستان کے سائے میں کھڑا تھا۔ ہم اس کے قریب چلے گئے۔ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی تصویر دیکھ چکے تھے۔ وہ لمبے قد کا ایک متوازن اور بارعب شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے سفید شلوار قمیص کے ساتھ گہرے

نیلے رنگ کا کوٹ پہنا ہوا تھا، جس کے اندر ہلکے نیلے کا سکارف تھا۔علیک سلیک کے بعد ہم کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ اکبر اور جنید دونوں خاموش پاس کھڑے رہے۔ میں نے اسے کہا

''ولید۔! مسلمانوں نے الگ وطن کا جدوجہد نجانے کب سے کی تھی۔ اس کے لئے بڑی قربانیاں بھی دیں۔ لیکن الگ وطن کا مطالبہ ۱۹۴۰ء میں یہاں کیا۔ مقصد کا تعین کیا اور چند برس میں الگ وطن حاصل کرلیا۔''

''جی، میں اس وقت کو بہت اچھی طرح محسوس کر سکتا ہوں۔'' اس نے دھیمے لہجے میں کہا

''تم شاید میری بات نہ سمجھ سکو۔ لیکن میں نے وہ منظر دیکھا ہے، اس وقت کے مسلمان اور آج کے مسلمان میں فرق کیا، مجھے یہ بھی نہیں کہنا، میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اسی قوم میں ایک نئی روح پھونکنی ہے۔ یہ جو مردہ قوم ہے، اسی میں ایک نئی زندگی بیدار کرنی ہے۔'' میں نے خیالوں میں کھوئی ہوئے انداز میں کہا

''آپ کے خیال میں یہ کیسے ہوگا؟'' اس نے پوچھا

''سنو۔! اپنی قوم کو یہ پیغام دینا ہے کہ اس زندہ آئین کی طرف آ، جس میں زندگی ہے، زندگی کی حفاظت ہے، زندگی کی بقا ہے۔ جو تیری عزت، فخر اور غیرت ہے۔ مردہ آئین وقوانین کو جلا دے اور زندہ آئین وقوانین کو لے آ۔ جس آئین کا دنیا میں کوئی ثانی نہیں۔ اس اندھیرے کو جس نے تیری آنکھوں اور فکر کو اندھا کیا ہوا ہے اس زندہ آئین وقوانین سے جلا ڈال۔ یہی مقصد اس ملک کے وجود میں آنے کا ہے۔''

''زندہ آئین وقوانین کا مطلب آپ قرآن وسنت ہی کو لے رہے ہیں نا۔'' اس نے پوچھا

''ہاں، زندہ آئین وقوانین کے علاوہ کسی دوسرے آئین وقوانین کو نہ مان۔ جس میں حکمرانوں کو استثنیٰ حاصل ہوں اور قوم کو کچھ بھی حاصل نہ ہو۔ اگر تمہیں طمانچہ لگتا ہے تو عدالت میں طمانچے کا جواب طمانچہ ہے۔ لیکن یہ ان حکمرانوں کو گوارا نہیں۔ اسی لئے کہ زندہ آئین وقوانین، زندہ کے لئے ہیں۔ مردہ سوچ کچھ قوت نہیں رکھتی۔ تُو انیس کروڑ اور وہ چند لوگ مردہ خور۔ حکمرانوں پر کوئی آئین لاگو نہیں۔ یوں لگتا ہے عدلیہ اور انتظامیہ کو حکومت کے خلاف آواز بلند کرنے والے عوامی دماغوں کا 'علاج' کرنے کے لئے رکھا ہوا ہے۔

اے نوجوان اسلام اٹھ کھڑا ہو۔ اسی اعلیٰ مقصد کے لئے۔ یہ جو وطن عزیز کی بنیادوں میں خون ہے، یہ تیرا ہی خون ہے، اور تو اُن کا خون ہے، تُو جہاں بھی ہے، تعلیم میں، صحافت میں، سائنس میں، میڈیا میں، سیاست میں، ٹیکنالوجی میں، فوج میں، تو جس شعبہ زندگی میں بھی ہے۔ جہد عمل میں آجا کیونکہ عمل ہی سے ہر شے ظہور میں آتی ہے۔ تو بہت بڑی قوت ہے، یقین نہیں آتا تو تاریخ پر نظر ڈال۔ ان سلاطین کی طرف نہ دیکھ، ملاّ کی طرف نہ دیکھ، پیران عظام کی طرف نہ دیکھ، صرف اپنی طرف دیکھ، اپنے دل کی طرف دیکھ اور حق سے قوت پالے۔'' باقی نہ رہی تجھ میں وہ آئینِ ضمیری...... اے کشتۂ سلطانی، ملائی و پیری''

''جی بالکل۔'' اس نے بہت توجہ سے سنتے ہوئے کہا تو میں نے اپنی بات جاری رکھی

''کیا وجہ ہے کہ ایک عام آدمی محب دین وملت ووطن، جو بے لوث خدمت کا عزم رکھتا ہے ہو وہ ایوان اقتدار میں کیوں نہیں پہنچ سکتا۔ انہوں نے رکاوٹیں ہی اتنی کھڑی کی ہوئی ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی ان ایوانوں کے متعلق سوچ بھی نہ سکے۔ کیا ان کے علاوہ کوئی اعلیٰ دماغ

نہیں جو عنانِ حکومت سنبھال سکے۔ اس شیطانیت کے جال کو پھاڑ ڈالو، جس طرح یہ وطن حاصل کیا تھا۔ تجھے تو اعلیٰ پیدا کیا گیا تھا اور شیطان مردود تجھے نیچا دکھانے کے درپے ہے۔ تجھے محکومی محتاجی اور غلامی میں ڈالا ہے۔

یہ جمہوریت کا راگ الاپنے والے بے غیرتوں سے کوئی یہ پوچھے کہ کیا یہ دن رات سڑکوں پر بادشاہت کا تماشا نہیں ہے کہ شاہی سواریاں گذرتی ہیں تو سیکورٹی الرٹ کے نام پر سڑکیں بند کر دی جاتی ہیں۔ بوڑھے، بیمار بچے ایمرجنسی والے ذلیل وخوار ہوتے ہیں یہاں تک کہ ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں، ہسپتال کی بجائے رکشوں میں بچے جننے پر مجبور ہیں۔ کیا بات ہے ان عوامی نمائندوں کی جنہیں عوام کا احساس ہی نہیں۔ یہ عوامی جمہوریت کا تماشا ہے یا بادشاہت کا بے غیرتانہ مظاہرہ۔ ان کا حکومت میں آنے کا مقصد سرمایہ داری، جاگیرداری، وڈیرہ شاہی، غرور، تکبر ہوسنا کی کی حفاظت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تاکہ ملکی سرمایہ کو، زمین کو اور وسائل پر زیادہ سے زیادہ فتوحات کر سکیں۔ تاکہ اس پورے ملک کو اپنی جاگیر بنا لیں ان کی حسین صبحوں کو دیکھو اور ان کی رنگین شاموں کو دیکھو اور عوامی امنگوں کا قتل عام دیکھو۔'' میں نے یہ کہہ کر ایک لمحہ سانس لیا اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا'' اے عشق جلوہ گر ہو، خودنمائی اور خودافزائی فرما، اپنے لشکر سے سامنے آ، عقل نے حرم پاک میں بغاوت کر ڈالی ہے تو اپنے نشتر سے ان کی کھوپڑیوں سے خون فاسد نکال دے۔ عقل کو پنجہ شیطانی سے آزاد کر، اسے اپنے قبضہ میں لے لے، اس کی گردنوں سے لینٹر نکال دے تاکہ یہ انسان بنیں اور انہیں انسان نظر آئیں۔''

وہ خاموش کھڑا میری طرف دیکھتا رہا۔ اور میں کہتا طلا گیا۔

''قوم کو بیدار کرنے کے لئے کہو۔! یہ جوان لوگوں نے تم پر جیتے جی موت وارد کی ہوئی ہے۔ تیری ذہنی خوبیوں کو جو نئی تخلیق وایجادات کی حامل ہیں اگر تو اپنی ضروریات خود پوری کرے گا تو تجھے دوسروں سے مانگنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہی تیری خودداری ہے۔ لیکن یہ لوگ نہیں چاہتے کہ تو خوددار ہو جائے۔ قومیں اعلیٰ ذہنوں کو وسائل مہیا کرتیں ہیں۔ جبکہ انہوں نے تیری ذہنی خوبیوں کے ہاتھ کاٹ دیئے ہیں۔ ان کا مقصد برامدآت ودرآمدات سے ٹیکس بٹورنا ہے۔ تو جانتا ہے کہ حرکت میں زندگی ہے اور موت سکون۔ زندہ بنو اور ان زنجیروں کو توڑ دو۔ زندہ بنو، حرکت میں آجاؤ۔ اسی زندہ انقلاب کی طرف آؤ، اپنی طرف آؤ۔ دل کی طرف آؤ۔ خوداری کی طرف آؤ، پاش پاش کر دو ان رکاوٹوں کو۔

یہ جو انتیریت، عبدودیت اور مرجعیت نعرہ زن ہیں، اس کے مقابل نعرہ حیدری لگا۔ جنہوں نے اس ملک کی دولت، زمین اور وسائل پر قبضہ کر رکھا ہے اور زیادہ سے زیادہ پر قبضہ کے خواہاں ہیں۔ ان کے پنجہ ہوس سے یہ ہتھیار چھین لو۔ دین پاک کی طرف آجاؤ، پلیدیت کو جلا دو، مردہ تمنا کو جلا دو۔ عوام سے نفرت کرنے والے، انہی لوگوں کو ان کے خداوندِ افرنگ نے حریت پسندوں کے خون کے عوض یہ جاگیریں دی ہیں۔ ان حریت پسندوں کا خون ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اور آج یہ تیری امنگوں کا خون بہا رہے ہیں۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے تجھے غلام بنائے رکھیں۔ اب یہ اس ملک کے خدا بنے بیٹھے ہیں۔

جس نے تیرے ارادے پر قبضہ کیا ہوا ہے، جس نے تجھے غلامی، محکومی اور محتاجی میں ڈالا ہوا ہے، وہ جانتے ہو کیا ہیں؟ سرمایہ داری، جاگیرداری، وڈیرہ شاہی، ان کی غلامی سے نکل اور حق کی پناہ میں آجا۔ یہ تجھے آزاد کرتی ہے، شیطانیت سے، مادیت سے، ہوسنا کی سے۔

دھوکا باز شیطان کے چیلوں، ہوس پرستوں نے تیری فکر اور وطن پر شب خون مارا ہوا ہے۔ اپنے اندر زندگی کی قوت کو پہچان وعقل کے ڈر

اور خوف سے نکل کر عزم اور یقین لے۔ دل کی طرف آ جا۔ جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم کی طرف آ۔ اپنے دل سے قوت حاصل کر، عقل کو شیطان کے پنجہ خونیں، شک اور ڈر سے پاک کر اور اپنے سامنے سے اس منظر کو ہٹا دے، اپنے ارادہ کو آزاد کر لے۔ تم کتنے کروڑ ہو اور یہ چند لوگ، جنہوں نے تیری فکر اور وطن پر قبضہ کر رکھا ہے۔''

میں نے اسے پیغام دے دیا۔ میں کہہ چکا تو وہ بولا

''میں نے سن لیا اور سمجھ لیا۔ میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں یہی سبق جب چاہیں سن لیں۔''

''اور پھر چلیں۔'' میں نے کہا اور چل دیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں ایک نئے دور میں داخل ہونے جا رہا ہوں۔

ولید نے علامہ اقبال ٹاؤن میں ایک گھر بنایا ہوا تھا۔ ہم وہاں چلے گئے۔ رات تک وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس دوران مجھے کوئی فون نہیں ملا۔ رات پڑتے ہی ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ میں نے ولید سے اگلے دن ملنے کا وعدہ کیا تھا۔

میں واپس گھر پہنچا تو فہیم نے مجھے بتایا کہ بانیتا ممبئی پہنچ چکی ہے اور وہ ائیر پورٹ سے نوین کور کے ساتھ اس کے گھر کی طرف جا رہی ہے۔ میں نے دنو درانا کو فون کیا۔ اس نے بتایا کہ رامیش پانڈے کی سیکورٹی بڑھا دی گئی ہے۔ انسداد دہشت گردی کے خصوصی اسکوڈ کو الرٹ کر دیا گیا تھا اور ممبئی میں کسی بھی قسم کی دہشت گردی کو روکنے کے احکامات جاری کر دیئے گئے تھے۔ پولیس کا ایک دستہ اس کے گھر کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔

میں نے جو چیلنج رامیش پانڈے کو دیا تھا، اس میں ابھی آٹھ گھنٹے سے بھی زیادہ وقت پڑا تھا۔ لیکن اس دوران مجھے یہ ثابت کرنا تھا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ مجھے ایک میل آنا تھی، اسے پڑھنے کے بعد ہی میں اگلا قدم اٹھا سکتا تھا۔ رات دس بجے کے بعد وہ میل مجھے مل گئی۔

رامیش پانڈے کے راجھستان میں آبائی گاؤں جگرواس میں ہی اس کی اصل طاقت تھی۔ یہی اس کا حلقہ تھا اور یہیں ان شدت پسندوں کا گڑھ تھا۔ بذات خود وہ ان سے دور رہتا تھا کہ عام عوام کو یہ تاثر دے سکے کہ وہ ان کے خلاف ہے اور سیکولر ہے، لیکن سب سے زیادہ تحفظ انہیں یہی فراہم کرتا تھا۔ وہیں ایک مندر تھا۔ جس کے ساتھ ایک بڑا سارا دھرم شالہ بنا ہوا تھا۔ اسی میں ان کی ساری پلاننگ ہوتی تھی۔ اس وقت اس دھر شالے میں چند لوگوں کی میٹنگ جاری تھی۔ ان پر میری دھمکی کا اثر ہو گیا ہوا تھا۔ وہ بے بس تھے کیونکہ انہیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ دھمکی آئی کس طرف سے ہے۔ وہ رامیش پانڈے کو گاؤں آنے کا کہہ چکے تھے مگر وہ خود کو ممبئی میں زیادہ محفوظ تصور کر رہا تھا۔ انہوں نے گاؤں سے بندے بھی بھجوا دیئے تھے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ رامیش پانڈے انہیں مدد کو کہے تو وہ اس کی مدد کر سکیں۔ لیکن خاموشی کے باعث وہ گومگو کی کیفیت میں تھے۔

یہ سب کچھ وہاں پر موجود میری آنکھیں اور کان دیکھ اور سن رہے تھے۔ یہ سیٹ اپ بنانے میں مجھے بڑی محنت اور صبر کرنا پڑا تھا اور میں نے اپنے طور پر یہ کام کر لیا تھا۔ وہ میرے حکم کا انتظار کر رہے تھے کہ میں کب انہیں کہوں اور وہ اپنا کام شروع کر دیں۔ میں اس پر کاری ضرب لگانے کے لئے خود کو تیار کر چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

(امجد جاوید کا یہ دلچسپ اور طویل ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)